

گلستانِ غفاریہ

روضہ مبارک
حضرت پیر مٹھاسائیں رحمۃ اللہ علیہ



بیدار مورائی



گلستانِ غفاریہ

حضرت خواجہ پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کے زرین حالات اہم واقعات، ذاتی مشاہدات اور خاندانی علم و ذوق شوق، فارسی اور اردو زبانوں میں خود قلمبند کیے ہیں۔
(قلمی بیاض)

☆☆☆

مؤلف : بیدار موریائی
ناشر : فقیر علی شیر شیخ طاہری
تعداد : ایک ہزار
اشاعت اول : دو ہزار آٹھ
زیر اہتمام : جماعت اصلاح المسلمین پاکستان
(www.islahulmuslimeen.org)

مرکز درگاہ اللہ آباد شریف کنڈیارو ضلع

نوشہرہ فیروز

کمپوزنگ، ٹائپنگ ڈزائن : فقیر عابد علی پٹھان طاہری

معاون : فقیر محمد علی میمن طاہری

پاکیزہ پرنٹنگ پریس

قلمی بیاض

فون: 022-2720642، 0321-3016265

کتاب خانے کا پتہ

1. مسجد عمر الاسلام نزد ایس پی آفیس گاڑی کھاتہ حیدر آباد
2. مرکز درگاہ اللہ آباد شریف کنڈیارو
3. الاصلاح کیسٹ ہاؤس مارکیٹ روڈ دادو

فہرست

صفحہ	عنوان
11	انتساب
13	حضرت سوہناسائیں رحمۃ اللہ علیہ کی سوچ
17	بوڑھا پیدا اور عجیب سا لکڑہ
22	باب پہلا سیرت طیبہ اور سوانح حیات
36	باب دوسرا سندھیوں سے اظہار محبت
54	باب تیسرا عجیب و غریب واقعات
65	باب چوتھا مرشد کے ساتھ سعید سفر
72	باب پانچواں مخالفت، مقبولیت کی علامت
75	باب چھٹا شریعت اور طریقت کا مقام
79	باب ساتواں ملفوظات و غفاریہ
86	اقوال اہل انمول حضرت پیر منشا رحمۃ اللہ علیہ
87	باب آٹھواں مکتوبات و غفاریہ
91	باب نواں کلام ولی کامل
104	باب دسواں حلیہ مبارک اور وصالِ ہمدل
110	باب گیارہواں کشف و کرامات کی حقیقت
113	قبر میں بھی قلبی ذکر جاری
114	وصال کے بعد جنت کی خوشبو
116	دردوں کی دوا اور مرضوں کی شفا
117	بیدار کی پچاس تصنیفات پر ایک نظم
	حصہ دوم
	مقدس مقامات، مزارات پر انوارات اور تہکات

سالار سلسلہ نقشبندیہ صاحب شریعت پیر طریقت

حضرت الحاج

محمد طاہر المعروف حضرت سجن سائیں

مدظلہ العالی بخش نقشبندی

اک دیرینہ تمنا

اما بعد! حضور قبلہ عالم، پیر پیراں، خواجہ خواجگان، حضرت محمد عبدالغفار
فضلی نقشبندی المعروف پیر مشاعر رحمۃ اللہ علیہ نور اللہ مرقدہ کے سانچہ ارتحال
کو چالیس سال سے زائد عرصہ بیت گیا، اور اس عرصہ میں آپ کا فیض
پاکستان اور ایشیا سے نکل کر یورپ، افریقہ اور امریکا تک جا پہنچا اور آپ کی
جماعت میں کئی سو گنا اضافہ بھی ہوا۔ لیکن آپ کی سیرت و سوانح حیات پر
کوئی تحقیقی علمی کام تاحال نہ ہو سکا، حالانکہ آپ کے مریدین میں اہل علم، علما اور
ادیبوں کی کوئی کمی نہیں چند عشرے قبل محترم فتح محمد سومر و عرف بیدار مورائی
صاحب نے حضرت پیر مشاعر رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات پر مشتمل ایک کتاب
”گنجینہ حیات غفاریہ“ سندھی زبان میں تحریر کی تھی لیکن وہ بھی عرصہ سے
نایاب ہے۔

محترم ’بیدار مورائی‘ صاحب قابل تحسین ہیں کہ اب پھر اردو زبان میں
اس موضوع پر بڑی محنت و جانفشانی سے مواد اکٹھے کیا اور حضرت پیر مشا
قدس سرہ کی سیرت و سوانح حیات پر مشتمل یہ کتاب ”گلستان غفاریہ“ آپ
کے ہاتھوں میں ہے، اللہ تعالیٰ مصنف کی محنت کو مقبول و منظور فرمائے اور
قارئین کو اس سے استفادہ کی توفیق بخشے آمین۔

جملہ احباب سے درخواست ہے کہ اس کتاب کو خرید کر پڑھیں، مؤلف کی

ہمت افزائی فرمائیں اور مرشد کامل رحمۃ اللہ علیہ کی پیاری زندگی سیرت سوانح
سے واقفیت حاصل کریں اور رہنمائی پائیں۔

۱۱ — الامام

فقیر محمد امجد علی

شیخ الحدیث علامہ مفتی حبیب الرحمن صاحب

اللہ آبادی طاہری

پیر مٹھا سائیں پیر مٹھا

حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ و نور اللہ مرقدہ کی زندگی کے آخری ایام میں جبکہ میری عمر اس وقت پانچ چھ برس سے زیادہ نہ تھی۔ اہل ذکر فقیروں کے عشق و محبت بھرے اشعار۔ پیر مٹھا سائیں پیر مٹھا، بچی دل ساں جن ڈٹھا۔ اور حق حق پیر غفار، موں کھے بیڑو کرے ڈے پار۔ سن کر فقیروں کو بے اختیار وجد دستی میں بھاگتے دوڑتے، لیٹے اور لوٹتے دیکھ کر ایک طرح سے قلبی تسکین اور روحانی لذت و فرحت محسوس ہوتی تھی کہ انکے عاشقانہ کلمات اور مجلس کے مناظر کان، آنکھ بلک دل و دماغ میں اس قدر رچ بس گئے کہ آج پچاس سال کے پہنچنے کے باوجود وہ پُرکشش کلمات اور حسین مناظر دل کی اسکرین پر دیکھائی اور سنائی دیتے محسوس ہوتے ہیں۔ اسے کاش وہ لحات ذرا اور بھر جاتے یا اس وقت موجود جدید اسکرین ایجاد ہوتی اور اپنی مصنوعی آنکھ کے ذریعے اسکرین پر منتقل کرتی جو آج ایک دنیا اس سے فیضیاب ہوتی۔ آخر اس کی وجہ کیا تھی کہ لاابالی پن کے زمانہ کے دیکھے ہوئی دسیوں افراد میں سے ایک ہی شخصیت یعنی حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ، اور گاؤں، بستیوں، شہروں میں سے سب سے زیادہ ایک ہی نورانی بستی درگاہ و مہاجر شریف یاد ہے اور اس قدر عقیدت و محبت کے ساتھ کہ زبان بیان اور قلم کتابت سے قاصر ہیں، یہ اسلئے کہ حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ ایک عالم تھے مگر عام عالم نہیں عامل و کامل عالم کہ پہلے خود عمل کرتے اسکے بعد اوروں کو عمل کی تلقین کرتے۔ آپ اپنے وقت کے بہت بڑے پیر تھے مگر رکی پیر نہیں، ایک متوکل علی اللہ، مست مسلک کے سچے خادم و خیر خواہ جن کی نظر مریدوں کے جیبوں اور جاکٹوں پر نہیں، ان کے دلوں پر اور انکی حالات پر تھی، وہ نذر و نیاز سے بے نیاز، اپنے اپنے سے لنگر کھلاتے اور قلبی ذکر کی تلقین کر کے باطن کی بہتی کو آباد کرتے تھے۔

بلاشبہ آپ شیریں گفتار، فصیح و بلیغ واعظ تھے، مگر عام واعظوں اور مقررین سے ہٹ کر دو چار کھنے کی محفل تو آپ کے معمولات تھے مگر بعض اوقات آٹھ دس کھنے بھی ذکر و فکر کی محفل گرم رکھتے تھے، نہ کھانے پینے کی فکر نہ گرمی سردی کی پرواہ انسان تھے مگر فرشتہ صفت، اور خوبصورت اتنے کہ جس نے دیکھا، ہی کہا کہ میں نے زندگی بھر آپ جیسا حسین نہیں دیکھا۔

”بنی نیست لیکن برگی بنی“ کے مصداق تھے خلفاء و مریدین آپ جان نچھاور کرنے پر تیار رہتے تھے ہر حکم پر ایک کی صداقت میں گونجتی تھی۔

فرمایا! باجماعت، تہجد، ذکر و مراقبہ کی پابندی کرو، تقویٰ اختیار کرو، ہاتھ سے بنی ہوئی عام بازاری چیزیں بلا ضرورت نہ کھاؤ، حقوق اللہ اور حقوق العباد کا پورا پورا خیال کرو، خواتین شری پرہ کا اہتمام کریں، غیر محرموں کا گھر آنا بند کریں اور عورتیں بھی اپنے غیر محرم رشید اوروں سے پردہ کریں، شادی ٹہنی میں شریعت مطہرہ کو پیش نظر رکھیں وغیرہ۔ یہ آپ کے معمول کے ارشادات کی ایک جہلک ہے (یہ عاجز فقیر، حضرت قبلہ مفتی عبدالرحمن صاحب آ اللہ آبادی مدظلہ کے جمع کردہ ملفوظات حضرت پیر مٹھا قدس سرہ کی ترتیب و توضیح کا کام کر رہا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ تحفہ بھی مستقبل قریب میں طبع ہو کر آجایگا پڑھنے اور عمل کرنے کے قابل کتاب ہے)۔ جس کے نتیجے میں درگاہ رحمتہ و شریف کی علاوہ اور بھی بہت سے مقامات اور بستوں میں پانچ وقت نماز، تہجد اور مراقبہ کی باقاعدہ حاضری ہونے لگی، بازار کی مٹھائیاں، گڑ وغیرہ کھانا چھوڑ دیا۔ خواتین نے شری پرہ کا پورا اہتمام کیا، غیر محرم رشید اوروں سے پردہ اور شادی کے موقع پر ڈھول باج، اور ٹہنی کے موقع پر رونا دھونا سے ترک کیا، یہ کیا تھا، مرشد کامل حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کرم کا صدقہ۔

آپ کے انتقال پر مال (۸ شعبان ۱۳۸۳ھ) کے بعد آپ کے نائب حقیقی سیدی و مرشدی خواجہ حضرت الحاج اللہ بخش عباسی اللہ آبادی نور اللہ مرقدہ نے آپ کے اصلاحی مشن کو نہ صرف جاری رکھا بلکہ اسے پروان چڑھا اور مثالی ترقی دی اور ان ہی کے زمانہ میں حضرت پیر مٹھا قدس سرہ کی سیرت و سوانح حیات پر مشتمل کتاب ”تہجد حیات غفاریہ“ عزیز القدر الحاج فتح محمد سومر عرف بیدار مورائی نے تحریر کی، عرصہ بعد پھر بیدار مورائی صاحب ہی مزید تحقیق و تفصیل کے ساتھ اردو زبان میں مفصل سوانح حیات شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں، امید واثق، دعا اور قارئین دوستوں سے درخواست ہے کہ اسے قدر کی نگاہ سے دیکھیں، غور سے پڑھیں اور اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چل کر سعادت دارین حاصل کریں اور دوست احباب کو بھی ترغیب دیں کہ یہ کتاب خرید کر پڑھیں اور اس سے فائدہ حاصل کریں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیب خیر خلق سیدنا محمد والہ واصلہ اجمعین

فقیر حبیب الرحمن گبول طاہری نقشبندی

مکتبہ الحبیب درگاہ اللہ آباد شریف کنڈیارو

محترم ڈاکٹر عبدالرحیم چنا

بیدار طاہری

بخت بیدار

محترم فتح محمد سومر عرف 'بیدار مورائی' کے بخت اور خوش قسمتی کا مقابلہ کرنا نہ صرف مشکل بلکہ محال ہے، کرکٹ اور فٹبال میں نہیں مگر تقاریر و تصنیفات میں، عمر رسیدہ اُنھنے بیٹھے میں دن لگ جائیں مگر لکھنے میں منٹ، چلنے میں مہینے لگ جائیں مگر تقریر میں سیکنڈ، رہا بھاگنا، تو 'بیدار' پیچارہ اس عمل سے بیوس اور معذور ہے۔ نہ ٹانگوں سے بھاگ سکتا ہے اور نہ لکھنے سے باز رہ سکتا ہے، عمر کے لحاظ سے بوڑھا ہو چکا ہے مگر لکھنے میں نوجوان۔ ایسا لگتا ہے کہ 'بیدار مورائی' کا اٹھنا، بیٹھنا، چلنا پھرنا، کھانا پینا، اگر ہے تو وہ ہے لکھنا! لکھنا! لکھنا!!!

'بیدار مورائی' نے تقریباً 50 سال سے جماعت غفاریہ، بحکیمہ اور طاہریہ کے علاوہ عام مسلمانوں کی بھی حقیقی زندگی اور کامیابی، دینی اور اخروی بھلائی کے مقصد کو کتابوں میں قلمبند کیا ہے۔

حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کے وقت میں 1983ء تک کتابوں کی تعداد 21 ہو گئی اور اب حضرت جن سائین مدظلہ العالی کے وقت میں تاحال کتابوں کی تعداد 53 تک پہنچ چکی ہے۔

اسلام جو کہ ایک دین فطرت، امن و امان، سکون و سلامتی اور محبت کا مذہب ہے جس کو بیدار مورائی نے آسان اور سہل طریقہ سے تحریر کر کے اپنی دنیا و آخرت کا توشہ بتایا ہے۔

'بیدار مورائی' نے آج ایک بہترین، بے مثال اور ہاتھ پر کتاب 'گلستانِ غفاریہ' کا تحفہ دیا ہے، جس میں حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح حیات کو گیارہ ابواب، ایک سو دس عنوانات، پچاس مزارات، تیس تمکات (حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ) کی رنگین تصویرات اور لاتعداد عجیب و غریب دلکش واقعات میں تقسیم کیا ہے اور ہمیں ایک ایسے ولی

کامل، مجددِ وقت، قیومِ زماں، مردِ کامل کی زرین زندگی کے اصول اور اہم واقعات سے
سیکھنے، عمل کرنے اور فیوض و برکات حاصل کرنے کی سعادت بخشی ہے۔

اس کتاب کو مطالع اور مشغلہ کے حد تک محدود نہ کہا جائے مگر پر مٹنے کا مقصد اگر
احسن ہے تو اس کتاب کو دل کی گہرائیوں سے پڑھیں تاکہ عملی زندگی میں ایک عظیم انقلاب
آجائے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، اولیا اللہ کا پیار اور فیوض و
برکات حاصل ہو۔

اللہ تعالیٰ سبحانہ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے ”ہم نے انسانوں اور جنوں کو اپنی
عبادت اور اطاعت (محبت و معرفت) کے لئے پیدا کیا ہے۔ حضرت پیرِ مشاعرِ رحمۃ اللہ علیہ
نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر پوری طرح عمل پیرا ہوئے اور ہمیں بھی عملی زندگی میں
عبادت، اعلیٰ اخلاق، حق و صداقت اور پیار و محبت اپنانے کا درس دیا ہے۔

بیدار مودائی کی کوشش و کاوش، محنت و محبت اور عشقِ حقیقی کی لازوال بے بھا
دولت، ہمیں بھی اپنی اور اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت کی نعمت سے
نوازے۔ (آمین)

کھٹے مہر علی کھٹے تیری ثنا - مشتاق اکھیاں کھٹے جا لکیاں

حضرت مولانا خلیفہ الحاج خیر محمد عباسی

حیدر آباد

دُعَاؤں کا تحفہ

یہ ایک حقیقت ہے کہ سرزمینِ سندھ ”باب الاسلام“ ہے۔ سندھ دینی مدارس اور خانقاہوں کا مرکز رہا ہے۔ یہاں ایسی پاکیزہ ہستیاں پیدا ہوئی ہیں جن کی کوشش سے نہ صرف سندھ بلکہ پوری دنیا علمی و روحانی طریقہ سے اسلام کے نور سے بہر مند ہوئی ہے۔ انھیں مقدس نفوس کی ظاہری وصال کے بعد بھی انہی کا روحانی فیض مرجع خلافت رہا ہے۔ انہی ہستیوں میں حضرت خواجہ خواجگان پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کا فیض اور انہی کا روشن کیا ہوا چراغ اپنی روشنی پھیلا رہا ہے۔ آپ کے سندھ اور سندھ کے بانیوں پر اُمتِ احسان ہیں کہ آپ اپنا پیارا وطن پنجاب چھوڑ کر سرزمینِ سندھ کے ایسے علاقے لاڑکانہ میں رہائش پذیر ہوئے جہاں آئے دن قتل و غارت و خون ریزی کا دور دورہ تھا۔ لیکن آپ نے اپنے نورانی نظر اور باطنی توجہ سے ایسے سرکش انسانوں کی اس طرح اصلاح فرمائی کہ نہ صرف وہ خود نیکو کار پرہیزگار بن گئے بلکہ دوسروں کو بھی پرہیزگار و نیکوکار بن جانے کا ذریعہ بن گئے۔

خود نہ تھے راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے۔ کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا۔

آپ کے حقیقی نائب خلیفہ اجل حضرت قبلہ سوحنا سائین رحمۃ اللہ علیہ آپ کے روحانی پیغام کو پاکستان کے علاوہ عرب ممالک اور یورپی ممالک تک پہنچایا۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے ظاہری و باطنی وارث آپ کے نورِ نظر، لُحّت جگر حضرت قبلہ محبوبِ جن سائین مدظلہ العالی نے آپ کے بابرکت مِشن کو چار چاند لگا دیے۔ آپ کے فیوض و برکات کو ایران، عمان، عراق، عُمان، دبئی، بحرین، سعودی عرب، آمریکا، آسٹریلیا، آفریقا، جرمنی و جاپان، برطانیہ و کیناڈا اور چین تک عام کیا، اور انٹرنیٹ کے ذریعے ایک چھوٹے سے گاؤں درگاہ اللہ آباد شریف (کنڈیارد) سندھ سے آپ کا روحانی پیغام و خطاب دلنواز تقریباً دنیا کے 45 ممالک تک پہنچ رہا ہے۔

حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرماتے تھے کہ **فضلی فیض کا چرچہ**

پوری دنیا میں عام ہو گا آپ کے اُن حسین خوابوں کو حضرت محبوبِ جن سائین

مدظلہ العالی نے حقیقت کا رُوپ دیا۔

میرے پرانے دوست محترم **بیدار مورانی** صاحب کو نہ صرف یہ عاجز بلکہ پوری جماعت غفاری، بخشی ظاہری کے طرف سے مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ آپ نے حضرت خواجہ پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کی حسین سوانح حیات و سیرت مبارکہ کو بڑی محبت و محنت سے تحریر فرما کر کتاب کی شکل میں پیش کیا ہے۔

اس پیاری کتاب کی اشاعت اور خوبصورت و دلکش چھپائی میں ہمارے پیارے دوستوں فقیر علی شیر شیخ ظاہری دار فقیر محمد علی میمن ظاہری کی معاونت اور تعاون شامل حال رہا ہے۔

اس عاجز کو پوری اُمید ہے کہ اس کتابی تحفہ کو دوستوں و احبابوں اور آپ کے چاہنے والوں تک زیادہ سے زیادہ پہنچا کر فیوض و برکات سے نوازا جائیگا۔

آخر میں میری دلی تمنا اور دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ میرے پیارے اور دل والے دوست محترم **بیدار مورانی** صاحب کو پھر کی محبت میں مستانہ و پروانہ بنا دے۔ اور آپ کو صحت کاملہ و شفا عاجلہ عطا فرمائے (امین) اور اللہ تبارک و تعالیٰ فقیر علی شیر شیخ ظاہری اور محمد علی میمن ظاہری کو دین کے درد و فکر کے ساتھ تبلیغی سلسلے میں روز بروز ترقی عطا فرمائے۔ اور آپ کی درازی عمر اور اولاد و جملہ احباب کو نیک و صالح بنا کر دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی نصیب فرمائے۔

آمین یا رب العالمین مجرمۃ سید المرسلین

فقیر خیر محمد عباسی غفاری بخشی ظاہری

تاریخ 27 رجب المرجب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

انتساب

(ایک انوکھا انداز)

پیرانِ کبار کی تبلیغی فکر:-

☆ حضرت خواجہ فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مرنے کے بعد اگر دوبارہ زندگی عطا ہوئی اور اللہ تعالیٰ فرمائے کہ اے قریشی! اگر تمہیں واپس دنیا میں بھیجا جائے تو بتاؤ کہ تم کون سا کام کرو گے۔؟ میں عرض کروں گا کہ اے اللہ! میں دین اسلام کی تبلیغ کروں گا۔ اسی طرح موت آتی رہے، زندگی ملتی رہے، اللہ کی طرف سے یہی سوال ہوتا رہے تو ہر دفعہ میں یہی عرض کرتا رہوں گا کہ یا اللہ! دین کی تبلیغ کروں گا۔

☆ حضرت خواجہ غریب نواز پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کی عمر تقریباً پچاس سال تھی۔ عمر کے آخری حصے میں سردیوں کے موسم میں نماز فجر کے بعد جو تبلیغ کیلئے بیٹھتے تھے تو ظہر کی نماز کے بعد گھر لوٹتے تھے۔

آپ فرماتے تھے کہ اس عاجز کو دو باتیں تبلیغ کرنے سے روکتی ہیں۔ ایک تو مجلس میں بیٹھے ہوئے ٹوڑھے لوگ جو کمزور اور بیمار ہیں، جن کو مہاد کوئی تکلیف ہو اور دوسری بات یہ ہے کہ آپ لوگوں کے کھانے کی فکر رہتی ہے کہ کہیں وہ بھوک سے پریشان نہ ہوں۔

☆ حضرت قبلہ سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی تبلیغ کرتے ہوئے گزری۔ ظاہری طور پر آپ کو کافی جسمانی عوارضات تھے۔ پھر بھی آپ عرس مبارک کے موقع پر جوش و جذبہ کے ساتھ تقریباً تین گھنٹے مسلسل تقریر کرتے تھے۔ آپ کا تبلیغی حرم یہاں تک تھا کہ ایک دفعہ آپ نے دورانِ تقریر فرمایا کہ ”آج مشنری کا دور ہے۔ کاش! ایسی کوئی مشنری ایجاد کی جائے کہ ایک طرف ناخواندہ شخص کو ڈالا

جائے تو دوسری طرف دین کا داعی اور اسلام کا مبلغ بن کر نکلے کیوں کہ وقت کم ہے اور تبلیغ کی ضرورت زیادہ ہے۔

حسین خواب حقیقت میں تبدیل :-

☆ میں اپنی ناقص، نامکمل کوشش اور مختصر محنت اس عظیم ہستی کو منسوب کرتا ہوں، جن کو ساری دنیا 'جن سائیں' جیسے حسین لقب سے جانتی اور پکارتی ہے۔ حضرات پیرانِ کہار کے جو بھی تبلیغی ارادے اور افکار تھے، ان حسین خوابوں کو حضرت قبلہ جن سائیں مدظلہ العالی نے حقیقت کا روپ دیا۔

☆ آج میڈیا کا دور ہے، کمپیوٹر اور انٹرنیٹ ادج پر ہے۔ حضرت قبلہ جن سائیں نے تبلیغِ دین اور طریقہ عالیہ کا پیغام دنیا کے کونے کونے تک پہنچایا ہے۔

☆ آپ نے پاکستان کے علاوہ نہ صرف بیرونی ممالک میں تبلیغی سفر اختیار کئے ہیں بلکہ ان ممالک میں اصلاحی اور روحانی مراکز بھی کھولے ہیں۔

☆ سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، امریکہ، آفریقہ، چین، برطانیہ، جرمنی، جاپان، سویڈن وغیرہ میں بھی آپ کے غلام مبلغین حضرات تبلیغِ دین اور طریقہ عالیہ کی اشاعت کا کام کر رہے ہیں۔

☆ حضرت صاحب کے اکثر پروگرام انٹرنیٹ کے ذریعے تقریباً پچاس ممالک میں لوگوں تک پہنچائے جاتے ہیں۔ بہت سارے بیرونی ممالک کے لوگوں کی خواہش پر انٹرنیٹ کے ذریعے ایمانی دعائیں پڑھا کر، بیعت کروا کر طریقہ عالیہ اقبشند یہ مجدد یہ غفاریہ بخشیہ طاہریہ میں داخل کیا جاتا ہے۔

☆ حضرت صاحب کی مسلسل کوشش، استحکامِ محنت اور جدوجہد سے 'اصلاح المسلمین' کی ویب سائٹ کا امریکہ میں بھترین ہندوبست ہے، جہاں سے بہت سارے ممالک میں اصلاحی روحانی پروگرام پہنچائے جاتے ہیں۔

☆ آپ نے پوری جماعت کو اپنی باطنی توجہ اور روحانی تصرف سے 'بیدار' کیا، خوش نصیبی ہے اس بوڑھے، بیمار اور کمزور کی، جسے پیار سے 'بیدار' پکار کر، پوری جماعت میں 'بیدار' کر دیا۔

طالب دعا

بیدار مورانی

حضرت سوہنا سانی کی اعلیٰ سوچ

☆ ہجرت کے دوسرے سال 1967ء کا واقعہ ہے۔ درگاہ فقیر پور شریف کا ابتدائی دور تھا، حضرت قبلہ سوہنا سانی رحمۃ اللہ علیہ نے پردہ کرا کے اپنے گھر کے ایک بڑے کمرہ میں (بیدار) کو بلایا۔ بیٹھے کیلئے دو چھوٹی مچیاں لے آئے۔ ایک پر آپ شریف فرما ہوئے اور دوسری پر بڑی محبت شفقت سے مجھے بیٹھنے کو کہا۔ دیکھنا کیا ہوں کہ لکڑی کی الماری، ٹھولا اور چار پائی، کتابوں سے بھرے پڑے ہیں۔

☆ دورانِ گفتگو آپ نے فرمایا کہ میاں فتح محمد! یہ جو آپ اتنی ساری کتابیں دیکھ رہے ہیں، ان کے رکھنے کے لئے ہمارے پاس کوئی مناسب اور موزوں جگہ نہیں ہے اور نہ ہی ان ساری کتابوں کا مطالعہ کر سکے ہیں۔

☆ تبلیغی مصروفیات، مدرسہ کی نگہداشت، اساتذہ اور طلباء کے مسائل، تنظیمی فکر، جماعت کے فیصلے، دوست احباب کی دعوتوں کے علاوہ اہل وعیال کی نگرانی اور ذمہ داری، چھوٹے بچے، ان کی تعلیم و تربیت اور اصلاح، یہ سب باتیں مطالعہ کی رکاوٹ کا سبب بنی ہوئی ہیں۔ اس کے باوجود بھی کتابوں سے لگاؤ اور خریدنے کا ذوق شوق ہے۔

☆ سوچتے ہیں کہ یہ دوست، وقت نکال کے مختلف لائبریریوں میں جا کر کتابیں پڑھ کر، ہم جیسے سست لوگوں کی سہولت اور آسانی کیلئے غایت ہی نیک نصیحتیں اور مفید ہدایتیں جمع کر کے، سفر کی سختیاں اور صعوبتیں برداشت کر کے، کتابیں چھوا کر ہمارے سامنے رکھیں۔

☆ افسوس! ہمارے حال پر جو، ان کی محنت، کوشش اور جدوجہد کی قدر نہ کرتے ہوئے، جیب میں سے صرف پانچ دس روپے نکال کر، کتاب خرید کے، ان دوستوں کی ہمت افزائی کریں، کتابیں خریدنے سے انہیں یہی مقصد ہے۔

دوستوں کو بھی یہی مشورہ دیتے کہ اس تبلیغی اور تحریری میدان میں معصف کے ساتھ بڑھ چڑھ کر مالی تعاون کریں۔

صادق مرید کی صداقت

☆ یہ سال 1974ء کا واقعہ ہے۔ دورانِ تبلیغ طاہر آباد شریف (ٹنڈوالہیار) میں حضرت قبلہ سوہناساکیں رحمۃ اللہ علیہ کے اوپر اچانک فالج کا اثر ہو گیا۔ علاج کے واسطے لطیف آباد (حیدر آباد) میں مرحوم ڈاکٹر عبداللطیف چنے کے گھر پر تشریف لائے۔ یہ عاجز (بیدار) بھی آپ کے خدمت گزاروں میں شامل تھا۔

☆ بیماری کے باعث آپ کے بازوؤں میں اتنی قوت بھی نہیں رہی کہ آپ کے ہاتھ آپ کے سر مبارک تک بھی نہیں پہنچ پارہے تھے۔ آپ نے حاجی محمد علی بوزدار رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا کہ حاجی صاحب! میرے ہاتھ اوپر نہیں اٹھ رہے ہیں۔ لہذا آپ ہی میرے سر پر پیاری سنت دستار باندھ دیں آپ نے فقراء کو فرمایا کہ وہ نماز باجماعت مسجد میں جا کر ادا کریں۔ چند فقراء آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میری چار پائی بھی صف کے برابر رکھیں تاکہ اس عاجز کو بھی نماز باجماعت کا ثواب حاصل ہو سکے۔ حالانکہ آپ نماز بھی لیٹے ہوئے اشاروں سے ادا فرماتے تھے۔ فجر نماز کے بعد آپ اپنی چار پائی بھی حلقہ ذکر میں رکھواتے تھے تاکہ آپ بھی مراقبہ میں شامل ہو سکیں۔ بیماری کے باوجود بھی آپ ملاقات کے لیے آنے والے احباب کو تبلیغ و ذکر کی تلقین بھی فرماتے رہتے تھے۔

☆ میں (بیدار) نے محبوب مرشد کی خدمت میں عرض کیا کہ قبلاً! اگر آپ اجازت دیں تو یہ عاجز آپ کی سوانحِ حیات لکھ کر شائع کر دے۔ آپ نے اچانک اُچھل کر اپنی آنکھوں سے آنسوؤں بہاتے ہوئے فرمایا کہ میاں فتح محمد! جب میرے مرشد مزی کی ابھی تک سوانحِ حیات شائع نہیں ہو سکی ہے تو بھلا میری سوانحِ حیات کیسے شائع ہو سکتی ہے۔ افسوس! ہماری اتنی بے توجہی اور بے قدری کہ ہمارے محبوب مرشد کے وصال کو دس سال گزر چکے ہیں، پھر بھی آپ کی سوانحِ حیات شائع نہیں ہو سکی۔ یہ عاجز (بیدار) خاموش ہو گیا۔

☆ دوسرے دن عرض کیا کہ قبلاً! اگر اجازت ہو تو محبوب مرشد رحمۃ الہی کی سوانح

حیات لکھنے کی جسارت کر لوں۔ آپ کا مغموم چہرہ گلاب لے پھول کے مانند کھیل اٹھا، آپ نے نہایت محبت اور شفقت کے ساتھ فرمایا کہ آپ درگاہِ غریب آباد (لاڑکانہ) جائیں، حضرت صاحب کے داماد حضرت مولانا محمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حضرت صاحب کے کچھ قلمی نسخے موجود ہیں۔ ان کا مطالعہ کریں اور مواد کا انتخاب کر کے آپ کی سوانحِ حیات کی کتاب تیار کریں۔

☆ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میرے مرشد مزنی کی سوانح کی کتاب ہے۔ کتاب کیلئے جماعت کے کسی بھی فرد سے رقم طلب نہیں کرنا، ہم آپ کو مکمل رقم فراہم کریں گے۔

☆ جب میں نے کتاب ’گنجینہ حیاتِ غفاریہ‘ لکھنا شروع کی تو آپ نے درگاہِ فقیر پور شریف سے ہمت افزائی کیلئے ایک مکتوب دل مرغوب خوش اسلوب تحریر فرمایا۔ جس کو ملاحظہ کرنے کے بعد آپ کی شفقتوں کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔۔۔۔۔

حضرت سوهنا سائیں کا مکتوب

(چند اقتباسات)

☆ عزیز! آپ نے از روئے محبت و اخلاص حضرت قبلہ عالم محبوب الرحمن نائبِ حقیقی حضرت نبی خیر البشر علیہ الصلوٰۃ و اکمل النبیات کی ذات و برکات کی سوانحِ حیات لکھی، اس راہ میں شب و روز محنت بجا دہ کیا، ساری ساری راتیں شب بیداری، انتظار، جدوجہد میں گزاری، جس ولسوزی جاگدازی اور صدق و یقین سے نہایت پردہ نصیحت آمیز، بالکل دلپذیر اور موثر مضامین سے کتابِ حرین و مرتب کی، اس کا اجر عظیم اور معاوضہ کبیرہ پاک و منزہ ذات، قدوس و کریم حق سبحانہ و تعالیٰ دنیا و آخرت میں بہتر سے بہتر، اعلیٰ و افضل و ارفع عطا فرمائے گا، اور دنیا میں سرفراز فرمائے گا۔

☆ آپ کے اہل و عیال میں ہدایت، طہیت، عملی برکات اور بارانِ رحمت ارزاں فرمادے (آمین ثم آمین)۔ ایں دعا از عاجز بیکار آوارہ، ادنیٰ غلامِ آستانہ عالیہ غفاریہ بدرگاہِ حبیب الدعوات مولانا پاک عز و جل مقبول باد، اس عاجز کترین کا بال بال آپ کے لئے دل سے دعا گو ہے، آپ نے جو لاثانی خدمت ادا کی ہے جزاک اللہ عن خیر الجزاء۔

☆ حضرت قبلہ عالم سرشدنا و مریدنا و سیلتنا فی الدارین قلبی فداہ رحمۃ اللہ علیہ کی روح مبارک کو اس کارِ عظیم سے جو بے حد خوشی و مسرت پہنچی ہوگی اس کا کیا، کہا کیا شرح بیان کیا جائے۔ الحمد للہ! آپ نے اپنی علمی وسعت کے مطابق نہایت عمدہ کام کیا اور ایک کارنامہ سرانجام دیا ہے جو دوسرے دوست یہ سعادت حاصل نہ کر سکے باوجودیکہ بار بار معذرات کے ذریعہ دوستوں کو گزارش کی گئی یہ ازلی سعادت آپ کے حصہ میں آئی۔ خدایا ایں چہ احسانت و قربانت شوم۔

☆ حضرت قبلہ عالم قلبی و روحی فداہ کی حیات طیبہ پر جس قدر کام ہوا ہے، اس عاجز ادنیٰ غلامِ آستانہ عالیہ غفاریہ کو اس سے از حد خوشی، حاصل ہوئی ہے۔ کچھ دوست مختلف باتیں کہہ رہے ہیں، آپ فکر مند نہ ہوں، دل پر طلال آنے نہ دیں، یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، اسکی باتیں ہوتی رہتی ہیں۔

بُڑھا بیدار اور عجیب سالگرہ

☆ تقریباً سال 1996ء کا واقعہ ہے۔ سفرِ قبلہ جن سائیں مدظلہ العالی نے فرمایا: ”بیدار صاحب! آپ نے حضرت خواجہ پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کا شاعی اور شاندار دور بھی دیکھا، حضرت خواجہ غریب نواز سوہتا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کا سنہری دور بھی دیکھا۔ اب میڈیا، کمپیوٹر، انٹرنیٹ کا عجیب دور ہے۔ یہ مناظر بھی آپ کے سامنے ہیں۔“

آپ اپنی زندگی کے اہم واقعات اور ذاتی مشاہدات تحریری صورت میں قلمبند کریں، ہو سکتا ہے کہ ”عمر کے آخری حصے میں یہ حافظہ آپ کا ساتھ نہ دے“

☆ بس، یہی عمر کے آخری حصہ والا آخری جملہ، میرے ذہن کو جھنجھوڑتا رہا۔ میں اپنے حال سے بخوبی واقف ہوں کہ ’بیدار‘ صرف گفتار کا عازی اور باتونی ہے۔ بے علمی اور بد عملی کے باوجود حضرت قبلہ جن سائیں، بیدار جیسے بیکار اور نکلے کیلئے ایسا حسین گمان رکھیں تو حیف ہے بیدار کے حال پر کہ اپنے بس کے مطابق قدم نہ بڑھائے اور کمزوری، بڑھاپا اور بیماری کا بہانہ بنا کر بیٹھ جائے۔

☆ حال ہی میں خبر پور ناٹھن شاہ کے تبلیغی پردگراں کے دوران جب یہ عاجز حضرت صاحب سے ملا تو آپ نے محترم ڈاکٹر عبدالرحیم چند صاحب کو مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا ”ڈاکٹر صاحب! اس وقت تحریری میدان میں بہت سارے با صلاحیت اور باہمت نوجوان لکھنے والے طبع آزمائی کر چکے ہیں، لیکن ’بیدار‘ سے یہ تحریری اعزاز کوئی بھی چھین نہیں سکتا۔“

یہ مذکور الفاظ ہی میرے حوصلے افزائی کا سبب بنے اور کتاب لکھنے کا شوق پیدا ہوا، حالانکہ یہ کام میرے بس سے باہر تھا کیونکہ حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کی صحبتِ بابرکت کا دور (1953ء سے 1964ء تک 11 سال)، حضرت سوہتا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کی صحبتِ بابرکت کا دور (1965ء سے 1983ء تک 19 سال)، حضرت جن سائیں مدظلہ العالی کے صحبتِ بابرکت کا دور (1984ء سے اب تک) کے اہم واقعات، ذاتی مشاہدات، ذکر کی قلبی کیفیات، کشف و کرامات کو ایک ہی وقت میں، ایک ہی جگہ پہ جمع کرنا میری سوچ اور صلاحیت سے بالاتر تھا۔

سجن سائیں کی نگاہِ کرم:

بس سجنوں کا سہارا، سایہ اور صدقہ ہے کہ چچاس کتابیں مکمل کر چکا ہوں (چچاس تصنیفات، ان کے نام اور سال، ایک ہی نظم میں قلمبند کئے گئے ہیں، وہ 'بیدار' کی نظم کتاب کے آخری صفحات پر ملاحظہ فرمائیں)۔

قابلیت اصل چیز نہیں، اصل چیز 'مقبولیت' ہے۔ اگر مردِ کامل کی نگاہِ کرم ہو جائے تو ناقابل کو بھی قابل بنا دیتے ہیں۔ کامیابی کتنی ہوئی یا ہوگی یہ پڑھنے والے حضرات کے سامنے ہیں۔

ایک عجیب و غریب سالگرہ:

☆ یہ بھی ایک عجیب اتفاق ہے کہ میرے جنم کا دن 'جمعۃ المبارک' اسلامی مہینہ 'محرم الحرام' عیسوی مہینہ 'فروری' ہے۔ اس اعتبار سے آج جمعہ کا دن، محرم الحرام کی پہلی تاریخ، گیارہ فروری 2005ء ہے گویا یہ دن اور مہینہ بیدار کی سالگرہ کا دن ہے اور مہینہ ہے۔

موجودہ دور کے رسم و رواج کے مطابق معزز اور معتبر لوگ ایسے مواقع پر رتھیں خوبصورت کارڈ چھپوا کر، اپنے دلپسند دوستوں کو دعوت دیکر تالیوں کی گونج میں سال بسال کیک کٹوا کر اپنی سالگرہ مناتے ہیں۔

☆ 'بیدار' بے چارہ اپنی ایسی سالگرہ تو نہیں مناسکتا، لیکن اس سعید موقع پر سجنوں کے اسی مفید مشورہ کو آنکھوں میں بسا کر 'چھری اور کیک' کے عیوض 'قلم اور کاپی' لیکر حضرت خواجہ پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کی 'سیرت و سوانحِ حیات' اور ملفوظاتِ عشقیہ انداز میں **گلستانِ غفاریہ**، کے نام سے آغاز کیا ہے۔

'گلستانِ غفاریہ' تقریباً گیارہ ابواب، ایک سو ایک عنوانات، صحابہ کرام، اہل بیتِ عظام اور بزرگانِ دین کی چالیس حارات کی تصویرات، حضرت خواجہ پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کے تیس تمکرات اور دس صفحات پر مشتمل ہے۔

امید ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ میری اس ناقص، ناملل، کمزور کوشش کو اپنی بارگاہِ ایزدی میں مقبول و منظور فرماتے ہوئے، حضرت محبوب مرشدِ مربی کی رضا اور خوشنودی کا ذریعہ بنائے (آمین)۔

طالبِ دعا

بیدار مورانی

اجازت پر مسرت

آج اپریل 2006ء کی پہلی تاریخ، بعد نماز عصر شیخ پر کھڑے کھڑے حضرت مرشد مزیبی سے ملاقات اور مصافحہ کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے نہایت ہی پیار اور شفقت سے خیر و عافیت معلوم کر کے فرمایا کہ ”بیدار صاحب! حضرت خواجہ پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کی اردو کتاب کا کیا ہوا۔؟“

عاجز (بیدار) نے عرض کیا قبلًا! کتاب محبوب کی اجازت کی منتظر ہے۔ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ ”آپ کو اجازت ہے، کتاب شائع کرائیں۔“ سالانہ عرس مبارک کے اس سعید موقعہ پر حضرت قبلہ جن سائیں نے اس عظیم ہستی کی سوانح حیات کے چھپوانے کی اجازت عطا فرمائی، جن کو پوری دنیا ’حضرت پیر مٹھا‘ کے پیارے لقب سے پہنچاتی ہے۔

مترجم کا تعارف

(محترم عبدالغفار صدیقی)

آپ کا تعلق ایک ایسے مخدوم صدیقی گھرانے سے ہے، جس کے جد امجد شیخ شہاب الدین صدیقی سہروردی (ثانی) نے 850 ہجری کے لگ بھگ سندھ میں ایک تاریخی گاؤں 'پاٹ شریف' کی بنیاد رکھی۔ یہ ہی گاؤں آگے چل کر دینی اور روحانی فیض کا مرکز بن گیا۔

مخدوم صدیقی خاندان نے یہاں سے دین اسلام کی تبلیغ کی اور نہ صرف سندھ بلکہ ہندوستان کے شہر 'برہانپور' میں بھی اس خاندان کے بزرگوں نے سکونت اختیار کی اور پورے برصغیر کو اسلامی تعلیمات سے منور کیا۔

'پاٹ شریف' سندھ کے ضلع دادو میں ہے، جہاں کے مخدوم صدیقی خاندان کے بہت بڑے بزرگ، اولیاء اللہ، علماء دین، محقق، مفتی، فقیہ، قاضی درویش اور اہل قلم گذرے ہیں۔

پاٹ شریف کے اس خاندان کے ایک بہت بڑے عالم اور عارف باللہ مخدوم حاجی فضل اللہ صدیقی (1809ء تا 1873ء) گذرے ہیں جو اہل علم کے ساتھ ساتھ صاحب قلم بھی تھے۔ آپ کی کئی تصانیف ہیں، جن میں سے ایک 'بیاض فضل اللہ' ہے جو ان کی فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ دوسری تصانیف زیور نامہ، ترمیم الصلوات اور اصلاح المصلح والمفحاح ہیں۔

اس خاندان کے ایک اور مجید عالم، حافظ قرآن، مبلغ، ادیب اور شاعر مخدوم محمد شفیع صدیقی (1835ء تا 1898ء) تھے جنہوں نے سندھی زبان میں قصیدہ بردہ کا 1302 ترجمہ مطابق 1884ء میں منظوم ترجمہ کیا۔ (وہ منظوم ترجمہ بیدار کے پاس موجود ہے)۔

ایک اور بہت بڑے عالم، فقیہ اور محقق مخدوم حاجی حسن اللہ صدیقی (وفات 1339ء مطابق 1920ء) نے عربی زبان میں ایک جریدہ نور العین فی اثبات علم

الغیب سید الشعلین تصنیف کیا۔ آپ کی فتاویٰ شرعی، کو انگریزوں نے عدالتی فیصلوں کیلئے منظور کیا۔

اس خاندان کے اور بھی کئی حضرات گزرے ہیں جو مختلف اداروں میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہے لیکن کبھی بھی تکبر کے قریب نہیں گئے اور نہ کبھی اپنی دریشانہ صفات اور فقیرانہ مزاج سے دور ہوئے۔

محترم عبدالغفار صدیقی صاحب بھی اس خاندان کے چشم و چراغ ہیں جنہوں نے سن 1939ء میں اس تاریخی گاؤں پاٹ شریف میں جنم لیا۔

تعلیم کی ابتدا ناظرہ قرآن سے کی، بعد میں پرائمری تعلیم کے ساتھ ساتھ عربی اور فارسی اپنے ہی خاندانی مدرسہ پاٹ میں پڑھی۔ انگریزی پڑھنے کیلئے نوشہرہ فیروز مدرسہ حاجی اسکول میں داخلہ لیا، جہاں ان کے چچا مرحوم مخدوم شفیع محمد صدیقی ہیڈ ماسٹر تھے جو بھی بہت بڑے دینی عالم اور مبلغ اسلام تھے، ان ہی کی تربیت میں دو سال تک نوشہرہ فیروزہ میں رہے، جہاں سے ان کے تبادلہ کے بعد میرپور خاص اور حیدرآباد میں تعلیم حاصل کی۔

مئٹرک کا امتحان امتیازی حیثیت سے نور محمد ہائی اسکول حیدرآباد سے پاس کیا پھر اپنے چچا اور والدین کے حکم پر مقدس اور پیغمبرانہ پیشہ درس و تدریس کا اختیار کیا۔ اس دوران اپنی تعلیم بھی جاری رکھی اور ایم۔ اے اسلامی تمدن اور تقابلہ ادیان میں کیا۔ پیشوارانہ تعلیم و تربیت بھی مکمل کی۔ نوکری کے دوران محکمہ تعلیم کے مختلف عہدوں پر فائز رہے۔

مثلاً ہائی اسکول ٹنجر، میجرس ٹریننگ کالجز کے استاد، اسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپیکٹر آف اسکولس، ڈسٹرکٹ انجیکشن آفیسر، ماہر نصاب سازی، پرنسپل، ڈپٹی سیکرٹری محکمہ تعلیم صوبہ سندھ، ڈائریکٹر پرائمری مساجد اسکول صوبہ سندھ وغیرہ۔

آپ نے انگریزی اور اردو زبانوں سے سندھی میں بھی کتابیں ترجمہ کئے ہیں۔ جن میں سے کچھ شائع بھی ہو چکی ہیں۔ سندھ نیکسٹ بورڈ کے کئی کتابوں کے ایڈیٹر اور مترجم بھی رہے ہیں۔

ریڈیو پاکستان حیدرآباد اور کراچی سے بھی آپ نے مختلف موضوعات پر کئی سو کی تعداد میں تقریریں نشر کیں۔ کراچی ٹیلیوژن PTV سے بھی آپ کی تقاریر نشر ہوئی ہیں۔ نوکری کے دوران آپ نے دنیا کے تقریباً 28 ممالک کا سفر حکومت پاکستان کی نمائندگی کرتے ہوئے کیا۔

ریٹائرمنٹ کے بعد صدیقی صاحب کا لکھنے پڑھنے، دوستی بڑھانے، ادبی کانفرنسوں اور عالم و فاضل شخصیات سے کچھ حاصل کرتے رہنے کا شغل ہے۔

بیدار موریائی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

باب پہلا

سیرتِ طیبہ اور سوانح حیات

(حضرت خواجہ غریب نواز پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت خواجہ پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کے زرین حالات، اہم واقعات، ذاتی مشاہدات اور خاندانی واقعات کے ساتھ ساتھ علمی ذوق شوق، فارسی اور اردو زبانوں میں قلمبند کیے ہیں۔

اس عاجز (بیدار)، نے حضرت قبلہ سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر سال 1974ء میں درگاہ غریب آباد (لاڑکانہ) پہنچ کر حضرت خواجہ پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کے داماد حضرت مولانا محمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے نہ صرف قلمی بیاض حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا شرف حاصل کیا بلکہ اس میں سے اہم واقعات کے اقتباسات اور انتخابات کرنے کا موقع بھی ملا جو تیرکا کچھ تحریر بھی کیا گیا ہے۔

افسوس! اُس دور میں فوٹو اسٹیٹ کا رواج کم تھا۔

نسب نامہ

حضرت خواجہ عماد الدین رحمۃ اللہ علیہ جو کہ حضرت مخدوم جتو پیر کے لقب سے مشہور ہیں ان کی خانقاہ بھاؤ پور سے بارہ کوس کے فاصلے پر ریگستان کے علاقے میں ریت کے ایک بڑے ٹیلے پر ہے۔ (آپ کی مزار پُر انوار کی تصویر اس کتاب کے آخری صفحات پر موجود ہے)۔

☆ حضرت پیر منٹھا رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں ”گویند کہ حضرت چنڑ پیر لا ولد بودو برادرش حضرت خواجہ محمد اولیس رحمۃ اللہ علیہ جانشین گردید“۔ (حضرت منہدوم پیر چنڑ رحمۃ اللہ علیہ کو اولاد نہیں تھی، اس لئے بزرگوں کے وصال کے بعد ان کے بھائی حضرت خواجہ محمد اولیس رحمۃ اللہ علیہ کو جانشین مقرر کیا گیا)۔

☆ حضرت خواجہ پیر منٹھا رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ محمد اولیس رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں، جیسا کہ مندرجہ ذیل نسب نامہ سے ظاہر ہے۔

نسب نامہ تحریر شدہ حضرت خواجہ پیر منٹھا رحمۃ اللہ علیہ

سلطان العارفین، سراج السالکین، سید اکاملین حضرت خواجہ محمد عبدالغفار رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت مولانا یار محمد رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت مولانا خیر محمد رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت مولانا عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت مولانا خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت مولانا حافظ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت خواجہ محمد پناہ رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت مولانا حافظ محمد رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت مولانا نور محمد رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت غلام حسن رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت مولانا نور محمد رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت مولانا محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت خواجہ زکریا رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت منہدوم خواجہ محمد اولیس رحمۃ اللہ علیہ۔

(قلمی بیاض)

خاندان اور علمی ذوق شوق

حضرت خواجہ پیر منٹھا رحمۃ اللہ علیہ کا پورا خاندان علم و ادب کے شائقین تھے۔ سب کے سب عالم بائبل، واعظ بااثر، شریعت کے پابند اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پیروکار تھے۔

آپ (حضرت پیر منٹھا) فرماتے تھے کہ ہمارے والد ماجد کے وصال کے بعد جب دینی عربی کتب کی تقسیم کی گئی تو ہم چاروں بھائیوں کو اچھے خاصے مدرسے جتنی کتب

جسے میں آئیں، جن میں تفسیر و احادیث کے ساتھ ساتھ فتویٰ کی مشہور کتب شانی اور عالمگیری بھی شامل تھیں۔

حضرت مولانا محمد اشرف صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مولانا محمد عاقل صاحب کے پاس جلال پور پیر والہ ضلعہ ملتان میں تعلیم حاصل کی اور وہیں پر دستارِ فضیلت سے فیضیاب ہوئے۔

حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا کہ ”عالم بود جرتع و فصیح و اعظ خوش تقریر پڑتا شیر و حمد عمر در تذریس بماند و مزار اور قبرستان حضرت شاہ ولی اللہ موجود است“۔ (آپ بڑے عالم فصیح و واعظ تھے۔ آپ کی تقریر پڑتا شیر تھی۔ ساری عمر مدرسے میں پڑھاتے رہے۔ آپ کا مزار شاہ ولی اللہ کے قبرستان میں موجود ہے۔

(قلمی بیاض)

حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ ”ودوم مولانا عبدالرحمن صاحب عالمی باعمل، واعظ بود باثر و بخدمت مولوی صاحب الہی بخش مرحوم انتر انوالہ دستار بندی نمود“۔ (دوسرا مولانا عبدالرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ عالم باعمل، واعظ با اثر تھے۔ مولوی الہی بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ انتر انوالے کے پاس دستارِ فضیلت حاصل کی اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ حج بھی ادا کیا۔ ساری زندگی وعظ تقریر اور تدریس میں گزاری۔ آپ کا مزار میرے والد مرحوم کے مزار کے پاس گاؤں چنڑان، علاقہ جلالپور پیر والہ میں ہے۔ یہ دونوں مزاریں مسجد شریف کے دائیں طرف مدرسہ والے میدان میں ہیں۔)

(قلمی بیاض)

حضرت خواجہ محمد عبدالغفار رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے مزید واقعات و حالات اس کتاب کے آئینہ اوراق میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت مولانا عبدالستار صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ ”وشرف مجاز حضرت قبلہ عالم قلبي دروحي فداء مشرف بتدریس علم مصروف اندو بہ تبلیغ لیکھور نیز میردند۔“ (مولانا عبدالستار صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت پیر قریشی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے اور آپ کی اجازت سے تبلیغ کی غرض سے لاسکھور (فیصل آباد) کی طرف بھی آتے رہتے تھے۔

آپ ماجھیوں کے گھاؤں میں مولوی عزیز اللہ صاحب کے پاس زیر تعلیم رہے اور وہیں پر دستار بندی کی۔ حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا عزیز اللہ صاحب کے بارے میں لکھا ہے ”مردماں اور اردووش برداشتہ برائے وعظ در مسجد بہ بردندے۔ در علم تفسیر وحدیث وفقہ و فحو منطق و اصول معقول نہایت ماہر بود، محال نبود کہ طالب را بوقت عبارت خواندن غلطی نمودے۔“

حیرت کی بات یہ تھی کہ مذکور مولوی عزیز اللہ صاحب آنکھوں سے نابین اور ہاتھ پاؤں سے معذور تھے۔ یہاں تک کہ روٹی کا نوالہ بھی آپ کو دوسرے کھلاتے تھے۔ لوگ آپ کو کندھوں پر اٹھا کر مسجد شریف میں وعظ کرنے کے لئے لاتے تھے۔ آپ علم تفسیر، حدیث، فقہ، صرف و فحو منطق، اور اصول معقول میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ آپ حضرت پیر قریشی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔

(قلمی بیاض)

ایک خصوصی اعزاز

حضرت خواجہ پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حضرت پیر قریشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ”ہم نے دو بھائیوں کو ایک ساتھ تبلیغ کرنے کی اجازت کبھی بھی نہیں دی، یہ آپ کی خوش نصیبی اور سعادت ہے کہ آپ کے ساتھ آپ کے چھوٹے بھائی (مولانا عبدالستار صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کو بھی اجازت ملی ہے نہ صرف یہ بلکہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ آپ کے خاندان کی محبت اور عقیدت کو دیکھتے ہوئے دل چاہتا تھا کہ اگر آپ کے والد ماجد (حضرت مولانا یار محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ) اور آپ کے بڑے بھائی (مولانا محمد اشرف صاحب رحمۃ اللہ علیہ) زندہ ہوتے تو ان کو بھی ہم تبلیغ کی اجازت دیتے۔“

ملاقات کا سعید موقعہ

الحمد للہ! تقریباً سال 1960ء درگاہ رحمتہ و شریف (لاڑکانہ) میں اس عاجز (بیدار) کو حضرت عبدالستار صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت اور آپ سے بات چیت کرنے کا موقع نصیب ہوئے۔ اُس وقت میں کم عمر تھا پھر بھی آپ مجھے پیار اور شفقت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور خیر دعائیت معلوم کرتے تھے۔

سال 2004ء میں حضرت خواجہ پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کے سالانہ عرس مبارک کے موقع پر درگاہ غریب آباد (لاڑکانہ) میں مولانا محمد اشرف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے، حضرت قبلہ صاحبزادہ محمد دیدہ دل صاحب (نواسہ حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ) کے خصوصی مہمان تھے۔ اس عاجز کی ان سے بھی ملاقاتیں اور باتیں ہوئیں۔

آخر میں معزز زہمانوں کے علاوہ عاشق آباد شریف سے جو قریبی رشتہ دار آئے ہوئے تھے، ان کے ساتھ صاحبزادہ صاحب کی شفقت اور عنایت سے مجھے بھی کھانا تناول کرنے اور مزید گفتگو کرنے کا موقع ملا۔

ولادت باسعادت اور تعلیم

حضرت خواجہ پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت پیروالہ گوٹھ لنگر شریف نزد جالپور تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان میں ہوئی۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد حضرت مولانا یار محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی، عربی کی تعلیم اوج شریف میں حضرت مولانا امام الدین صاحب سے لی۔ آپ دینہ و شریف کے ضلع کے مرید اور حضرت خواجہ فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ کے معتقد تھے۔

آپ نے کچھ کتابیں اپنے بڑے بھائی مولانا محمد اشرف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پڑھیں۔

آپ نے فرمایا کہ آخری کتب مولانا محمد عاقل صاحب کے پاس پڑھیں۔ جب عربی تعلیم سے فارغ ہوا تو والد صاحب نے مجھے قراءت کے لئے قاری محمد مطیع اللہ نور اللہ مرقہ کے پاس بھیجا۔ قاری صاحب نے حرم پاک میں سات سال تک قرأت کی تعلیم دی۔ بڑی محنت اور کوشش کے بعد بھی استاد صاحب نے فرمایا کہ قرأت کا حق، چھوٹی عمر والے ہی پڑھ سکتے ہیں کیونکہ اس عمر میں حروف کی آوازیں آسانی سے آتی ہیں۔

آپ فرماتے تھے کہ مطالع کے دوران میں پچھل رات کی باسی روٹی کے سوکھے ٹکڑوں کو انگاروں پر گرم کر کے کھاتا تھا، اس میں بڑی لذت محسوس ہوتی تھی۔ سالن بہت کم ہوتا تھا، جس میں پانی ڈال کر کھاتا تھا۔ طالب علم کہتے تھے کہ بھائی ذرا دیکھو تو! اس کا سالن کم ہی نہیں ہوتا۔

(تلمی بیاض)



حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اس فقیر کا آپائی طریقہ قادریہ تھا۔ یہ عاجز بھی شروع میں حضرت حافظ فتح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جلالپور پیر والہ کا دست بیعت تھا۔ آپ عالم باعمل اور داعیہ بااثر تھے۔ جمعہ کے روز آسپاس کے لوگ وعظ سننے اور نماز پڑھنے کیلئے حضرت صاحب کے پاس آتے تھے۔

آپ نہایت مخفی متوکل اور بے ریا شخص تھے۔ آپ مستجاب الدعوات تھے اور آپ کی دعا میں تیر کا اثر تھا۔ ساوگی کے باوجود آپ کا اتار رعب دتاب تھا کہ کسی کو بھی جبرست نہیں ہوتی تھی کہ آپ کے سامنے کلام کر سکے۔

آپ نے فرمایا کہ میں حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر معتز اور ربنا کا قصہ سرا بھی زبان میں زلیخا کی طرز پر بنایا تھا۔ یہ قصہ حضرت صاحب کی خدمت میں جمع کو وعظ ختم ہونے کے بعد سنا تا تھا۔ اس موقع پر اس عاجز کے والد ماجد اور دوسرے قریبی رشتیدار بھی موجود ہوتے تھے۔ حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ خوش ہو کر فرمانے لگے کہ ”عبدالغفار نے آج ہمیں بہت دلایا ہے۔“ حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ”حقیقت میں یہ بات حضرت صاحب کی سچ اور سچ تھی، کیونکہ میں دیکھ رہا تھا کہ حضرت صاحب کے آنسوں ساون کے بادلوں کی طرح برس رہے تھے۔ از قسم شیرنی و پارچہ جات اس عاجز کو عطا فرمایا اور نیز معذرت کرتے فرمایا ”برگ سبز توشہ و رویش“۔

بندہ نے دعا کی التماس کی، آپ نے توجہ فرمائی اور فرمانے لگے ”اچھا جا میں ایسی دعا مانگوں گا کہ تم کو آپ ہی پتہ لگ جائیگا۔“

(تلمی بیاض)

حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال پرملال

آپ فرماتے تھے کہ حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں میری توجہ علم کی طرف ہوتی تھی۔ آپ کے وصال کے بعد بہت پریشانی ہوئی۔ اس نعمت کو حاصل کرنے کیلئے بہت کوشش کرتا رہا۔ پنجاب میں بہت سے علمی مراکز اور درسگاہیں تھیں جن کا بظاہر تو بہت رعب و تاب تھا لیکن جس بات کی مجھے تلاش تھی کہ کوئی ایسا پیر کامل مل جائے جس کے پاس شریعت اور طریقت ہوں۔

افسوس! ایسا پیر کہیں بھی نظر نہیں آیا۔

آزمائش اور امتحان کا وقت

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ ”ایک وقت امتلا آزمائش کا آگیا اور آیت شریف ”یسوم یفر المرء من احبہ و أمہ و ابیہ“ کا نقش آنکھوں کے آگے پھر جاتا تھا۔ ماں باپ بڑے بیزار ہو گئے اور بھائی بند دشمن خونخوار ہو گئے۔ دوست سراپا مغز بے پوست، غیر انبیاء ہو گئے۔ خویش و اقربا کا الحقر بے چہ آزار ہو گئے۔ یار تمکسار و یار تیار و جاوہادار بجائے گل خار ہو گئے۔ لہذا استقلال طبیعت کا جانا رہا اور بدوں ذات باری تعالیٰ جل و اعلیٰ شانہ کے کوئی مامن اور گریز گاہ نہ آتی تھی۔ ہر وقت زبان پر یہی علی التجانی تھی۔

”رب انی مغلوب فانتصر“

(اے میرے رب میں مغلوب ہوں میری مدد فرما)

”ان لا ملجأ من اللہ الا الیہ“

(اللہ کے سوا اور کوئی پناہ گاہ نہیں)

”حسبی اللہ و نعم الوکیل نعم المولی و نعم النصیر“

(اللہ میرے لیے کافی ہے وہ ہی کارساز اور مددگار ہے)

”لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ لعظیم۔ انا لله و انا الیہ راجعون“

اور اس مضمون کے مطابق یہ اشعار زبان پر جاری تھے۔

اگر جرم گیری، بقدر گناہ
بدوزخ ملائک ترازو نخواہ

(یا اللہ! اگر گناہوں کے مطابق سزا دینا چاہو تو پھر جہنمی ہوں، ترازو تولنے کی ضرورت نہیں)۔

اگر جرم بخش، بمقدار جود
نمانند گرفتار اندر وجود

(یا اللہ! اگر اپنی عطا اور عنایت کریں تو جسم میں کوئی بھی گناہ باقی نہیں رہیگا)۔

گنا ہم اگر نامدے در شمار
ترا نام کئے بود آمرزگار

(یا اللہ! اگر میرے گناہ بے حساب نہ ہوں تو پھر تیرا نام بخشش کرنے والا کیسے ہوگا)۔

نا کردہ گناہ در جہاں کیست بگو
بے لطف تو کدام کہ پوزیست بگو

(یا اللہ! بتاؤ تو سہی کہ آخر وہ کون ہے؟ جس نے دنیا میں گناہ نہیں کئے۔ وہ

کون ہے؟، جو تیرے رحم و کرم بغیر زندہ رہا ہے)۔

(تلمی بیاض)

مایوسی اور مہربانی

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ ”ان مشکل دنوں میں یہ فقیر دریائے تسلیج کے کنارے پر علی گوہر لانگاہ کے پاس رہتا تھا۔ مسجد شریف میں ایک مرتبہ دکھ، غم اور فکر میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک مولوی الہی بخش صاحب بیٹ کچھ علاقے جلاپور ضلع ملتان کے تشریف لے کر آئے۔ باتیں کرتے ہوئے مولوی صاحب کہنے لگے کہ مولوی اللہ دتہ ناگج کا عجیب و غریب حال ہو گیا ہے۔ اس کے پاس ایک لمبی تسبیح ہے، جس کے دانے موٹے اور چوڑے ہیں۔ یہ تسبیح ہاتھ میں لے کر دانے لگاتا رہتا ہے اور زبان پر بالکل خاموشی ہے۔ مزے کی بات تو یہ ہے کہ لوگوں سے باتیں کرتے ہوئے بھی تسبیح کھٹکھٹاتا ہے۔ نماز پڑھتے پڑھتے جسم کا پچھنے لگتا ہے، لوگ اس پر ہنستے ہیں اور اعتراض کرتے ہیں لیکن مولوی صاحب بالکل خاموش رہتا ہے، کسی کو بھی کوئی جواب نہیں دیتا گویا اس حالت میں ان کو لذت ملتی ہے۔ میں نے پوچھا کہ ذرا یہ تو بتائیے کہ اس مولوی صاحب نے یہ طریقہ کہاں سے حاصل کیا ہے۔؟ مولوی صاحب کہنے لگے کہ ضلع مظفر گڑھ کے گاؤں جتوئی میں ایک بزرگ پتہ نہیں کہاں سے آیا ہے، مذکورہ مولوی صاحب نے یہ سب کچھ اس سے حاصل کیا ہے۔ میں نے پوچھا کہ آپ اس کو کیا سمجھتے ہیں۔ مولوی صاحب کا یہ طریقہ حقیقی ہے یا مصنوعی ہے۔

مولوی صاحب نے کہا نہیں، نہیں، میں خود ہی اس بزرگ کے خدمت میں بہ اتفاق شب باش ہوا ہوں، بڑے متقی، سادہ روش، بے ریا نظر آتے ہیں اور مولوی اللہ دتہ صاحب ہمارے دوست اور بڑا عالم محدث ہے۔ تدریس کرتے کرتے بوڑھے ہو گئے ہیں، اس پر فریب کا الزام لگانا غلط ہے۔

آپ (حضرت پیر مٹھا) نے فرمایا کہ اس فقیر کو بھی مولوی صاحب اللہ دتہ صاحب کا پہلے والا احوال معلوم تھا، مولوی صاحب تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، صرف و نحو اور منطق میں اپنی مثال آپ تھے۔ حویلی لاٹک میں ساری زندگی درس دیتا رہا اور کئی سولگ اس کے علم سے فیضیاب ہوئے۔ مولوی صاحب اپنے گاؤں کا وڈیرہ بھی ہے لیکن میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ مولوی صاحب کو کوئی نیا آدمی دیکھ کر یہ کبھی بھی نہیں سمجھے گا کہ یہ کوئی مولوی یا وڈیرہ ہے کیونکہ دیکھنے میں بالکل گودزی پوش فقیر نظر آتا ہے۔ پہلے یہ غیر مقلدوں کی طرح اولیاء اللہ کی کرامتوں کا منکر اور پیروں کا بھی انکاری تھا۔

حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا کہ ”مولوی الہی بخش کی تقریر سے میری رگ رگ میں تاثیر اور تمام بدن کے بال بال میں اشتیاق مالا یطاق اور محبت کی نئی دھن پیدا ہوئی، حتیٰ کہ اطوار فرحت اور آثار بھبت یکبار نمودار ہونے لگے۔ اشتیاق دیدار پر انوار نے میرا تمام صبر و قرار چھین لیا۔ شوق مافوق نے میرے سینے کو گنجینہ اور خزانہ بنا دیا۔“
(قلبی بیاض)

بلاغت کے میدان میں فصاحت کا گھوڑا

حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ابھی دو تین دن نہیں گزرے تھے کہ میں دریائے چناب سے ہوتا ہوا شہر سلطان، کوئٹہ گاموں اور کانڈ والہ سے سیدھا کوئٹہ رحم شاہ میں پہنچا۔ نماز عصر کا وقت تھا اور جیسے ہی میں مسجد میں داخل ہوا تو رحم علی شاہ صاحب کے چھوٹے بھائی کرم علی شاہ صاحب نے مجھے دیکھ کر اپنے پاس بلا لیا۔ میں بالکل آزادانہ طور پر السلام علیکم کر کے بیٹھ گیا۔ شاہ صاحب نے غایت نرمی سے فصاحت کا گھوڑا بلاغت کے میدان میں دوڑاتے ہوئے مجھ سے خیر و عافیت پوچھی۔ آپ کی میٹھی گفتار سن کر میری ساری تھکاوٹ دور ہو گئی۔ میں نے آپ کو اول سے آخر تک پورا ماجرا سنایا۔ شاہ صاحب نے آفرین اور جزاک اللہ کہہ کر فرمایا کہ آپ بڑے خوش نصیب انسان ہیں۔ مولوی اللہ ڈتہ صاحب کو بھی میں نے حضرت خواجہ فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جانے کا اشتیاق دلایا تھا۔

شاہ صاحب نے مزید بتاتے ہوئے کہا کہ خدا کی قسم! حقیقت یہ ہے کہ حضرت صاحب کا یہاں پر آنا ہمارے لئے نجات کا ذریعہ بن گیا ہے۔ یہاں سے ایک میل دور سیکڑان گاؤں میں ٹکروالی زمین میں مسجد شریف کیلئے کنواں کھدوایا ہے۔ دوپہر تک کھیتی باڑی کا کام اور مویشیوں کیلئے گھاس کاٹتے ہیں۔

ولی کامل کی علامت:

حضرت خواجہ محمد سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کے آپ مجاز یافتہ ہیں۔ سلسلہ آپ کا ’محمدیہ نقشبندیہ‘ ہے۔ اول ذکر قلبی فرماتے ہیں۔ حضرت صاحب کی ایسی موکرتوجہ ہے کہ کیسا ہی پتھر دل آدمی ہو آقا ﷺ اس وقت کا پٹنے لگ جاتا ہے۔ اگر کسی کو دیکھ لیں تو ان کی نگاہ مقناطیس کی مانند اپنی طرف کھینچتی ہے۔

کسب حلال آپ کا پیشہ ہے اور مریدوں کو مامور فرماتے ہیں۔ یعنی رزق حلال و

صدقِ مقال، پیر باصفا اور متقی بے ریا حرکات سکناات جس کے پورے شریعت پر ہوں۔ بے طمع اور آثارِ خلقی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہو، یہ تمام صفات انھیں میں پائے جاتے ہیں۔

شاہ صاحب نے مزید فرمایا کہ آج کل ہم جیسے پیر خواہ مخواہ گڈی نشین بن بیٹھے ہیں۔ یہ اس طرح ہیں جیسے بلی چوہوں کو پکڑنے کیلئے تاک لگا کر بیٹھتی ہیں۔ ہماری پیری مریدی تو صرف بھیک کے ٹکڑوں پر ہے، ہم اپنا پیٹ گویا حرام سے بھرتے ہیں۔

موجودہ رکی پیر جن کا پیشہ ہی بھیک مانگنا ہے، وہ دراصل نہ صرف خود گمراہ ہیں بلکہ گمراہوں کے بھی لیڈر ہیں۔ ”او خوشن گم است کرا رہری کند“ جو خود ہی اپنی راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں وہ دوسروں کی رہبری کیا کریں گے۔ ”پیر باطع رہزن، مرد بے مروت زن“۔ جو پیر باطع اور دنیا کا طالب ہے وہ پیر نہیں بلکہ ڈاکو ہے اور جس مرد میں مروت، اخلاق، احسان اور لحاظ نہیں، وہ مرد نہیں، عورت ہے۔

(قلی بیاض)

کاملوں کے قدموں میں

حضرت پیر منشا رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا کہ یہ فقیر صبح سویرے فجر کی نماز آرائیں گاؤں میں پڑھ کر، وہاں کے پیش امام سے راستہ معلوم کر کے حضرت صاحب کی مسجد شریف کی طرف روانہ ہوا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ حضرت صاحب اکیلے مصلیٰ مبارک پر تشریف فرما ہیں اور جھانک کر میری طرف یوں دیکھ رہے تھے، جیسے کسی کے انتظار میں ہیں۔

یہ فقیر بھی قدم بوسی کر کے خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور تھوڑی بہت گفتگو کے بعد حویلی مبارک کی طرف تشریف لے گئے۔ اس وقت آپ کی خدمت میں میاں شاہ صاحب قریشی جہاں پوری بھی موجود تھے۔ مجھے ہاتھ سے پکڑ کر مسجد میں لے آئے اور خیر و عافیت پوچھنے لگے۔ فرمایا کہ جب تک بیعت نہ کرو گے، اپنا مقصد نہیں پاسکو گے۔

حضرت پیر منشا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ فقیر شروع میں حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دست بیعت تھا۔ مجھے یاد ہے کہ جس وقت حضرت صاحب سے دعا کیلئے عرض کیا تو آپ نے فرمایا، میں تمہارے لئے وہ دعا مانگوں گا، جس کا علم تمہیں خود ہو جائیگا، یہ

اس دعا کا اثر ہے جو مجھے اس ولی کامل کی خدمت اقدس میں لایا ہے۔ الحمد للہ علی ذالک۔
جب شاہ صاحب نے بیعت کا شوق دلایا تو یہ فقیر بھی بیعت کے لئے تیار ہو گیا۔
(قلبی بیاض)

بیعت ثانی کی حقیقت

آپ نے فرمایا کہ آج کل اکثر ملامت بابت کو تابعی عقل بیعت ثانی کے منکر ہیں اور جواب جاہلانہ حماقت آمیز، مضحکہ خیز، من گھڑت دیتے ہیں، ارے میاں دیکھو! ایک عورت کے دو خاوند ہو سکتے ہیں یعنی مرید کو عورت بناتے ہیں اور پیر کو خاوند۔
بندہ کہتا ہے ہاں ہو سکتے ہیں۔ ارے منٹ، کم عقل! جب عورت کا پہلا خاوند مر جائے، پھر دوسرے کے ساتھ نکاح کر لگی جائے۔

آپ نے اس مسئلہ کی مزید وضاحت اس طرح فرمائی کہ اگر پہلے پیر سے فائدہ نہ ہو یا گمراہ ہو جائے کہ اس کی ہدایت کی امید نہ ہو، اس وقت مرید کو چاہیے کہ تہہ تک نظر رکھے، کیونکہ بہت دفعہ بڑے بزرگوں سے بھی غیر شرعی الفاظ ادا ہو جاتے ہیں لیکن اس میں بھی کوئی راز ہوتا ہے یا وہ پیر اتنا دور رہتا ہے جو اس سے فائدہ حاصل نہ ہوتا ہو یا کوئی شخص اچھا عقیدہ رکھ کر مرشد کی خدمت میں آئے لیکن اس کو اس کی صحبت کا اثر نہ ہو تو پھر اس کو چاہیے کہ کسی اور مرشد کی تلاش کرے۔ اگر اس طرح نہ کرے تو پھر سمجھا جائیگا کہ اس کا مقصد صرف پیر کی پوجا کرنا تھا اور نہ رب کی رضا۔ مرید کو چاہیے کہ ہر حال میں اپنے آپ کو قصور وار بنائے نہ کہ پیر کو۔ ہاں اگر اس کا پہلے والا پیر نیک ہے تو کبھی بھی اس سے عقیدت کو توڑا نہ جائے بلکہ وہ عزت و احترام جو اس پر واجب ہے، اس کے لئے ہر حال میں بجالائے۔

(قلبی بیاض)

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ

آپ نے فرمایا کہ "بوقت ظہر حضرت صاحب تشریف فرما ہوئے۔ نماز باجماعت ہوئی۔ بعد نماز بندہ کو بیعت سے سرفراز فرمایا۔ اس کے بعد قلبی ذکر کی تلقین فرمائی۔" اس فقیر

نے اور شاہ صاحب نے اس وقت حضرت صاحب سے رخصت لی اور مذکورہ شاہ صاحب نے مجھے تعداد اور تسبیح پڑھنے کی تعلیم دی۔

دوسرے دن میں گھر پہنچا۔ تسبیح پڑھنے کا یہ نیا نمونہ دیکھ کر لوگ ٹوکتے تھے اور کہتے تھے کہ صرف دانے ہی ٹھڑک رہے ہیں لیکن زبان خاموش ہے۔ اس بات کا لوگوں میں چرچہ ہونے لگا۔ میرا چھوٹا بھائی مولوی عبدالستار صاحب تو تھوڑی سی تقریریں کر بہت متاثر ہوئے اور ذکر کے ذوق کی آگ اس کے اندر سلگنے لگی۔

آپ نے فرمایا اس عاجز کا حال وہ ہو گیا کہ قلب کے جوش کی سبب سلطان الاذکار جاری ہو گیا اور جسم کا پٹنے لگا۔ ایسے معلوم ہوتا تھا کہ مراقبہ کا ارادہ کرتے ہی گرم ہو جاتا تھا۔ خود کو گرم دیکھ کر ڈر لگتا تھا کہ کوئی مرض تو لاحق نہیں ہوا۔ کبھی کبھی تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ میرا دل وجود کے پنجرہ کو چیر کر آسمان کی طرف اڑ رہا ہے۔ آنکھوں میں سے جیسے آگ کے شعلے نکلتے تھے۔ حالت یہ تھی کہ نہ کچھ کلام کر سکتا تھا اور نہ ہی غیوں کو نیند نصیب تھی، یہ سب کچھ ذکر کے غلبے اور دل کے مسلسل جاری ہونے سے ہوتا تھا۔

آپ نے فرمایا کہ اس حالت سے گھبرا کر تیسرے روز میں فقیر پور پہنچا۔ وہاں معلوم ہوا کہ آپ مددائیں کے گاؤں میں ٹہرے ہوئے ہیں۔ وہاں حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے حال سے واقف کیا اور عرض کیا کہ قبلہ! مجھے سر میں درد رہتا ہے، سینہ پر بھی بہت سختی ہے، اس لئے طبیعت بہت گھبرا گئی ہے۔

حضرت صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ فکر نہ کرو، یہ اللہ تعالیٰ کی امانت (اسم ذات کا ذکر) ہے جس کے بوجھ اٹھانے سے آسمانوں، زمین اور پہاڑوں نے بھی انکار کیا تھا، تم کو اس مرض کی مبارک ہو۔ فرمایا کہ سر پر مکھن کی مالش کر لیا کرو اور جب گرمی کی شدت محسوس ہو تو ٹھنڈے پانی سے غسل کرو۔

میاں غلام صدیق مددائی بلوچ جو کہ حضرت صاحب کے پہلے مرید تھے، جب حضرت صاحب اپنی حویلی شریف تشریف لے گئے تو غلام صدیق رحمۃ اللہ علیہ مجھے کہنے لگے کہ لاکھ لاکھ مبارک ہو۔ مولویوں پر تو کوئی خاص مہربانی ہے۔ یہ تکلیف جو تجھے محسوس ہوتی ہے، دراصل ذکر کی برکت اور بھلائی ہے۔ الحمد للہ علی ذالک۔ یہ عاجز بہت خوش ہوا اور سارے خیالات و خطرات دور ہو گئے۔

(تلمی بیاض)

جذبہ اور جنوں کی عجیب کیفیت

حضرت خواجہ پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ابتدائی دور میں مجھے جذبہ ہوتا تھا اور اس حالت میں دو تین سال گزر گئے۔ جنوں یہاں تک غالب رہتا تھا کہ کبھی کبھی سر سے دستار اتار کر، زمین پر پھینک کے ادھر ادھر دوڑتا رہتا تھا۔ پاؤں نیچے ہوتے تھے اور ازار کے علاوہ اور کوئی کپڑا نہیں پہن سکتا تھا۔

الحمد للہ! ایسی اضطراری حالت میں بھی نیچے پن کا ہوش رہتا تھا اور نماز کے وقت، نماز پڑھ سکتا تھا۔

میری یہ حالت دیکھ کر حضرت خواجہ پیر قریشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ”مولوی صاحب!“ کیا آپ اپنے کپڑے دھو بی کو دھونے کیلئے دے آئے ہیں؟“

(قلی بیاض)

باب دوسرا

عاشق آباد شریف (پنجاب)

پہلا روحانی مرکز

حضرت خواجہ پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت پیر قمریشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے درگاہ شریف کیلئے ایسی جگہ ہونی چاہیے، جس کی ایک طرف سے آبادی ہو اور دوسری طرف سے جنگل۔ تو جیسی جگہ میرے پیر نے چاہی، ویسی ہی اللہ پاک نے اپنے فضل و کرم سے اس فقیر کو عطا کی۔

حضرت خواجہ پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کی کثیر جماعت سندھ سے حضرت قبلہ سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں عاشق آباد پہنچی اور گارا بنا کر فقراء اپنے ہاتھوں سے مٹی ڈھو ڈھو کر جگہیں تیار کرتے تھے۔ حضرت قبلہ سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ بھی بنفس نفیس فقراء کے ساتھ مٹی ڈھوے تھے اور پیر کی شان میں اپنے بنائے ہوئے ہر درد اشعار اور منقبتیں پڑھتے تھے۔ جس وجہ سے فقراء میں خوشی و جذبہ، ذکر کی لذت اور ذوق شوق پیدا ہوتا تھا۔ فقراء وجد اور مستی کی حالت میں کام زیادہ اور جلدی کرتے تھے۔

آپ نے فرمایا کہ جب کچھ جگہیں تیار ہو چکیں تو حضرت پیر قمریشی رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہوئے۔ جگہ کو پسند کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارا دل بھی چاہتا تھا کہ ایسی جگہ ہو۔ الحمد للہ! ایسی جگہ آپ کو مل گئی، آپ کی جگہ گویا ہماری اپنی جگہ ہے۔ اس جگہ پر بہت سی خاردار جھاڑیاں تھیں۔ حضرت صاحب کچھ وقت جنگل میں گھومتے رہے پھر واپس ہو کر فرمایا کہ ہمیں اس جنگل میں لطف آ رہا تھا اور جھاڑیوں میں سے نور برسا ہوا نظر آیا۔

حضرت صاحب کے ساتھ جو ہمسفر جماعت تھی۔ اس کو بلا کر مشورہ کیا کہ اس جگہ کا نام کیا رکھا جائے۔ جماعت میں سے ہر فقیر نے الگ الگ نام تجویز کیا۔ ہندوستان کے ایک مولوی صاحب نے عرض کیا قبلہ! اس شہر کی بنیاد رکھنے والا آپ کا عاشق ہے۔ اس لئے اس جگہ کا نام بھی 'عاشق آباد' رکھا جائے۔ حضرت صاحب کو یہ نام بہت پسند آیا اور اس جگہ کا نام 'عاشق آباد' رکھا۔

آپ نے جنگل میں جہاں جہاں اپنے قدم رکھے، وہ ساری زمیں آباد ہوگئی۔
(قلمی بیاض)

سندھیوں سے اظہارِ محبت

حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں اور مولوی عبدالملک صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپس میں گفتگو کر رہے تھے تو مولوی عبدالملک صاحب نے کہا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ حضرت صاحب مجھے تبلیغ کیلئے اگر ہندوستان بھیجیں تو بہت اچھا، کیونکہ ہندوستان میں اکثر لوگ علم والے ہیں اور اس نعمت کی قدر ضرور کریں گے۔

میں نے بھی اُن کو اپنے دل کی بات بتادی کہ میری بھی یہ ہی تمنا ہے کہ مجھے سندھ کی طرف بھیجا دیں تو بھتر، کیونکہ سندھی لوگ اللہ والوں کے عاشق اور عقیدے مند ہوتے ہیں حضرت پیر مٹھا سائیں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بچپن کے زمانے میں، میں یہ دیکھتا تھا کہ سندھی مرد اور عورتیں پیدل چلتے ہوئے حضرت غوث بھاؤ الحق ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف جاتے ہوئے نعرہ لگاتے جاتے تھے۔ زیادہ پیدل سفر کی وجہ سے ان کے پاؤں پھٹ جاتے تھے اور خون بہنے لگتا تھا۔ رخصوں پر کپڑے باندھ کر بھی اپنا سفر جاری رکھتے تھے۔ ان کی یہ صداقت، عقیدت اور محبت دیکھ کر اس فقیر کو بھی دل میں سندھ کی طرف جا کر تبلیغ کا شوق پیدا ہوا۔

آپ نے فرمایا کہ حضرت پیر قریشی رحمۃ اللہ علیہ کو 'کشف القلوب' ہوتا تھا۔ بغیر عرض کرنے کے آپ نے حضرت مولانا عبدالملک صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دہلی اور مجھے سندھ کی طرف تبلیغ کرنے کا حکم دیا۔

(قلمی بیاض)

سندھی زبان سے آپ کو اسقدر محبت تھی کہ تقریر کے دوران اکثر یہ سندھی غزل

پڑھتے تھے۔

یہ لہجہ لوئی کین اتاریندس،
تمھنجا بھمل باھ میں ہاریندس۔
تمھنجا زور ڈل او مکر دغا،
تمھنجا ظلم جیہا، گھار پو عمر ادا،
خوش سینکین ساں گڈاریندس

آہے تھر ۛٹھوارن جو دیس وطن،
 آہے تھر اسان جو ملک وطن،
 دٹھی دانھوں کندس، ہنجوں ہاریندس
 بٹھ مارڑیوں تے محلات جا گھر،
 آہے دیس فرید جو مارو تھر،
 دھن ساکیرون جا چاریندس۔

سندھ میں پہلا تبلیغی سفر

(تبلیغی رکاوٹیں)

حضرت پیر منٹا رحمتہ اللہ علیہ جب پہلی بار ڈھر کی ریلوے اسٹیشن سے اتر کر بھٹوں کے گاؤں پہنچے تو گاؤں سے باہر ایک آدمی سے مسجد کا پتہ معلوم کیا۔ اس شخص نے نہایت ناشائستہ جملے، بے رخی اور سختی سے جواب دیا کہ آنکھیں نہیں ہیں۔؟ دیکھتے نہیں! کہ یہ راستہ مسجد کی طرف جا رہا ہے۔

آپ جب مسجد پہنچے تو وضو کے ارادے سے کوزہ لٹکر سامنے کنویں پر آئے جہاں پر ایک عورت کنویں میں سے پانی نکال رہی تھی، اس عورت کو جب کوزہ میں پانی ڈالنے کو کہا تو عورت نے غصہ سے کہا کہ ہاتھ نہیں ہیں، کیا خود پانی نکال کر کیوں نہیں بھرتے۔

جب وضو کر کے مسجد کی طرف روانہ ہوئے تو دیکھا کہ کتیا مسجد میں بچوں کے ساتھ بیٹھی ہے۔ کتیا نے حضرت صاحب پر حملہ کی کوشش کی۔ آپ نے اپنے عصا سے کتیا کو مسجد سے نکال دیا۔ چمگاڑوں کی گندگی سے مسجد میں اس قدر بدبو پھیلی ہوئی تھی کہ کوئی بھی مسجد میں ٹھہر نہیں سکتا تھا۔

بھٹوں کے اس گاؤں میں مسجد کے سامنے مشرق میں ایک کنواں ہوتا تھا۔ گاؤں والے اپنا مونہ ڈھاک کر، سر نیچے کر کے جلدی جلدی پانی بھر کر چلے جاتے تھے کہ کہیں حضرت صاحب کی ان پر نظر نہ پڑ جائے۔ ان کے خیال میں یہ تھا کہ حضرت صاحب جادوگر ہیں۔ آپ کی آنکھوں میں اتنا اثر ہے کہ جس کی طرف بھی نظر اٹھا کر دیکھتے ہیں تو اس کو مست اور مجنوں بنا دیتے ہیں۔

عشق کی دوکان کا اعلان

حضرت پیر قمریشی رحمۃ اللہ علیہ جب بھٹوں کے شہر میں آئے تو فرمایا کہ ”اس شہر میں عشق کی دوکان کھلے گی۔“ خن مقبول ردناشد (اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کی بات کبھی بھی رد نہیں فرماتا) دراصل ہوا بھی ایسا ہی، جب حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ نے اس شہر میں آمدورفت کا سلسلہ رکھا تو تبلیغ کا کام بڑھتا گیا۔ لوگ ذکر اور طریقہ عالیہ میں داخل ہو گئے۔ حضرت صاحب کی محنت، کوشش اور استقامت سے پوری مسجد نمازیوں اور ذکر والوں سے بھر گئی۔ وہ لوگ جو دین سے بیگانہ تھے اور ہر قسم کی بدکاریوں میں پھنسے ہوئے تھے جب حضرت صاحب کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے تو نیک نمازی، تہجد گزار باشرع بن گئے۔

(قلبی بیاض)

روٹھا ہوا پیر راضی ہو گیا

وہ عورت جس نے ابتدا میں حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کو وضو کیلئے پانی تک نہیں دیا تھا، اس عورت پر ہر وقت گریہ زاری کی حالت رہتی تھی، دن کو حضرت پیر قمریشی رحمۃ اللہ علیہ کے لنگر خانے کی خدمت کرتی تھی اور پوری رات خدا کے خوف میں روتے ہوئے عبادت میں گزار دیتی تھی۔

حضرت صاحب اس عورت کی خدمت، صداقت اور دین کی استقامت و کچھ کر بہت خوش ہوئے۔ اس نیک بندی کو بلوا کر فرمایا کہ مائی صاحبہ! آپ کی اولاد ہے؟ عورت نے عرض کیا کہ قبلہ! کوئی اولاد نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ”مائی صاحبہ! کل تم کو تعویذ لکھ کر دیں گے، انشاء اللہ تعالیٰ رب پاک تمہیں نیک اور صالح اولاد عطا فرمائے گا۔ عورتوں کو اکثر اولاد سے محبت ہوتی ہے، اس لئے بیروں فقیروں کے پاس جاتی رہتی ہیں اور دعا کیلئے عرض کرتی ہیں، لیکن یہ ذاکرہ عورت اللہ کے عشق و محبت میں ایسی مستانی ہو گئی تھی کہ حضرت صاحب کے یہ الفاظ سن کر رو بیٹھی اور چیخ کر بولی ”قبلہ! میں یہاں اولاد کے کیلئے نہیں آئی۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنا عشق و محبت نصیب فرمائے۔“

حضرت صاحب اس عورت کے جواب پر اتنا خوش ہوئے کہ اسی وقت حویلی مبارک سے باہر مسجد میں آئے اور جماعت کو بلوا کر فرمایا کہ

”ہمیں جو پچھلی دو برسوں سے سندھ پر رنج تھا اور سندھیوں کی بے ادبی اور بے قدری دیکھ کر ہم ان سے ناامید ہو گئے تھے، آج ایک ذاکرہ عابدہ سندھی عورت نے اللہ کی محبت کی وہ بات سنائی ہے کہ مردوں کے بھی شرم سے گردنیں نیچی ہو گئی ہیں، سندھ پر جو ہماری رنجش تھی وہ آج دور ہو گئی۔“

سندھ پر رحمت و برکت کے بادل

مرزا مجاہد کی حیرت انگیز محبت:

حضرت قبلہ سائیں نصیر الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرے نہایت محسن عزت مآب، حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے اور حضرت قبلہ سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ عاشق آباد کے سفر کئے، مزدور بن کر عاشق آباد کی جگہیں تیار کیں، اپنے چھوٹے بھائی حضرت قبلہ عبدالحق شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ پیر کی متقیوں پر زہ کر و پنجاب کے فقراء کے دل خوش کئے۔

حضرت قبلہ نصیر الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی دین کی تبلیغ اور طریقہ عالیہ کی اشاعت میں گزری۔ آپ کا وصال بھی تبلیغی سفر کے دوران ہوا اور آپ کی نماز جنازہ بھی حضرت قبلہ سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔ آپ کا مزار ٹنڈوالہیار علاقہ کے خان محمد بوزدار گاؤں میں ہے۔

آپ نے سندھ کے اکثر شہروں اور گاؤں میں تبلیغ کی۔ آپ تن تمھا، پیدل، زاوراہ لیکر سفر کرتے تھے اور حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کچے کے اندر دینچور شریف اور لائکانہ میں رجتپور شریف میں قیام فرمایا۔ حضرت قبلہ سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ دادو کے علاقے میں ’فقیر پور شریف‘ اور کٹیارو میں ’الغدا آباد شریف‘ میں آخری سکونت اختیار کی۔ آپ کی جماعت میں تقریباً 40 خلفاء کرام، 50 فارغ التحصیل علماء کرام، 2 مفسر قرآن و شیخ الحدیث، 3 مصنف حضرات اور 60 اساتذہ اور پروفیسر ہیں۔

ایک اہل دل اور صاحب بصیرت کا خواب

حضرت قبلہ سائیں نصیر الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے (بیدار)، بتایا کہ حاجی ولہراد فقیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو کہ عابد زاہد۔ گوشہ نشین، لوڑھے (خاردار جھاڑیوں کی

دیوار) کے اندر رہنے والے عمر رسیدہ بزرگ 'لوڑ حائی بزرگ' کے لقب سے بہت مشہور ہے اور جن کی خانقاہ کنڈیارد علاقہ میں ہے، وہ قادر یہ طریقے والے بزرگ حضرت فقیر حائی فیض محمد صاحب چند رحمۃ اللہ علیہ 'بڑے لوڑھے' (گاؤں گیوں۔ منگورچہ) والے بزرگ کے مرید تھے۔ آپ کی ڈنڈے والی کرامت ہر جگہ مشہور ہے۔ آپ ڈنڈے پر سوار ہو کر حرمین شریفین روانہ ہوئے تھے۔

قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حائی دلمراد فقیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بہت عرصہ پہلے جوانی کے دور میں، میں نے ایک عجیب و غریب خواب دیکھا کہ شمال مشرق سے ایک بڑا بادل نمودار ہوا اور بہت برسا، یہاں تک کہ یہ بادل آ کر سندھ کے اوپر ٹھہرا اور ہر طرف ہریالی اور شادابی ہو گئی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ خواب میں نے اپنے مرشد کو بتایا۔ جس پر آپ نے فرمایا کہ پنجاب سے ایک بزرگ آئے گا اور سندھ کو سرسبز و شاداب کرے گا۔ (وہ خواب حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کی صورت میں نمودار ہوا)۔

فقیر حائی دلمراد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کو پیار بھرے پیغام اور سلام بھیجا کرتے تھے اور مکتوب میں جماعت غفاری کو نوری اور حضوری جماعت لکھا کرتے تھے۔ جو لوگ مرید بننے کے لیے آتے تھے تو فقیر صاحب ان کو فرماتے تھے کہ بچے! یہاں چکی چلانا پڑے گی، لکڑی کر کے، آگ لگا کر، توے پہ روٹی پکانا پڑے گی اگر اتنی محنت اور مجاہدہ کر سکو تو میں حاضر ہوں اور اگر آپ چاہیں کہ کچی پکائی ملے اور بنانا یا نوالہ کوئی منہ میں ڈالے تو پھر لاڑکانہ والے بزرگوں (حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ) کے پاس جائیں۔

فقیر صاحب فرماتے تھے کہ آجکل کے دور میں عورتوں کی اصلاح بہت مشکل ہے۔ پیر فقیر، حائی حافظ، اور مولوی عالم بھی مجبور ہیں۔ ان کے گھروں میں بھی دینداری نہیں ہے۔ یہی صلہ بھی نماز سے بیزار ہے۔ افسوس! کسی بھی پیر کی اس طرف توجہ نہیں۔ لاڑکانہ کے بزرگوں کی محنت، کوشش اور نگاہِ کرم سے بہت ساری عورتیں یہاں تک نیلکار اور دیندار بن چکی ہیں کہ پانچ وقتی نماز کے ساتھ تہجد کی بھی پابند ہیں۔ غیر شرعی شادی نمی، رسم و رواج اور گانے بجانے سے بھی ان کو نفرت ہے۔ اس عیاشی اور عریانی والے دور میں مستورات کا پردہ میں رہنا کرامت سے کم نہیں۔

فقیر صاحب کی حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ سے پس غائبانہ کامل محبت اور عقیدت تھی، ان کی علامت یہ ہے کہ اپنے دو صاحبزادوں فقیر میاں نور محمد اور فقیر میاں میر محمد کو

حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت با برکت میں رحمت پور شریف (لاڑکانہ) بکھجوا دیا۔ صاحبزادہ میاں میر محمد صاحبؒ سے اس عاجز (بیدار) کی بہت ملاقاتیں ہوئیں اور حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تفصیلی گفتگو ہوئی۔ (فقیر میاں میر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ میں وقت کے ولی کامل حضرت قبلہ جن سائیں مدظلہ العالی (درگاہ اللہ آباد شریف) نے شمولیت اختیار کی)۔

سندھ میں دوسرا تبلیغی سفر (روہڑی)

بیقعدری اور بے ادبی کا نتیجہ:

حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ فرماتے تھے کہ شروع میں یہ عاجز تبلیغ کے خیال سے روہڑی بہت جاتا تھا۔ جماعت بھی بہت زیادہ ہوتی تھی، زیادہ تر بیوپاری اور ملازم طبقہ کے لوگ ہوتے تھے۔ وہ پانچ وقت نماز کے علاوہ تہجد بھی پابندی سے پڑھتے تھے۔ سب بارش تھے، ایسی جماعت بھی ختم ہو گئی، جس کا واحد سبب یہ تھا کہ میرے پیر کے دل کو رنج ہوا۔ حقیقت یہ تھی کہ ذکر کی وجہ سے جماعت میں بہت جوش و جذبہ تھا، اس لئے وہ کہتے تھے کہ سائیں! ہم دوکاندار ہیں اور رہنے کے مکان بھی اوپر ہیں۔ دوکانوں میں جذبہ ہو جائے تو کپڑے خراب ہو جائیں گے، پکڑی اتری تو بے عزتی ہوگی اور اگر اوپر مکانوں سے گرے تو زخمی ہو جائیں گے۔ جیسے ہی جذبہ سے ڈرتے اور بھاگتے، ویسے ہی جو ذکر پوچھے اس کو جذبہ ہو جائے۔ مراقبہ میں بھی ہاتھ باندھے تھے، جس کا مطلب یہ تھا کہ مہربانی ہو، جذبہ نہ آئے۔ ایک طرف تو یہ حالت تھی اور دوسری طرف دنیا کی ترقی کیلئے دعائیں منگواتے تھے کہ دولت زیادہ ہو۔

آپ نے فرمایا کہ حضرت پیر قریشی رحمۃ اللہ علیہ جب روہڑی میں تشریف فرما ہوئے تو جماعت کی خبر لی۔ میں نے پوری خبر دی جس پر رنج ہو کر فرمایا کہ ایسے بیقعدروں کے پاس نہ جاؤ۔ یہ دنیا کے طالب ہیں، فائدہ نہیں لیں گے۔ ہاں! جہاں دیکھیں کہ جماعت اس نعمت کی قدر کرتی ہے۔ وہاں پیشک جائیں۔

آپ نے فرمایا کہ اس دن کے بعد یہ فقیر کبھی بھی روہڑی نہیں گیا۔ تبلیغ کے خیال سے جب بھی روہڑی سے گزرنا ہوتا تھا تو جماعت پہلے سے ہی اسٹیشن پر کھڑی ہوتی تھی۔ بہت ہی روتے پٹتے تھے لیکن اپنے آپ ہاتھ کانٹے کا کوئی علاج نہیں۔ ان کے بے ادبی اور بے قدری پوری جماعت کیلئے نقصان کا باعث بنی۔

آپ نے فرمایا کہ ایک شخص نے طریقہ عالیہ کی بے ادبی کی تو حضرت خلیفہ
بھاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو فرمایا ”بے ادبی تو ترا و تمام بخارا را ہلاک کرد“۔
تمہاری بے ادبی نے صرف تمہیں نہیں بلکہ پورے بخارا کو تباہ اور ہلاک کر دیا۔

درگاہ رحمت پور شریف (لاڑکانہ)

درگاہ رحمت پور ابتدا میں ایک ویران گاؤں تھا۔ اکثر مکان کھنڈروں کی صورت میں
چاروں طرف بڑے بڑے گڑھے تھے لیکن جب اللہ والے آئے، کالوں نے اپنے قدم رنج
فرمائے تو اس ویرانے کے نصیب جاگ اٹھے۔ ہر طرف حق کے طالب ٹولیوں کی صورت
میں آنے لگے۔ تھوڑے ہی وقت میں ساری زمین ذکر والوں سے بھر گئی۔ حضرت پیر مٹھا
رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی نورانی نظر سے ویرانوں کو رونق بخشی، برو بیابان میں بازار لگ گیا۔
ویران زمین اور غیر آباد دلوں کو قلبی ذکر کے ذریعے مکستان بنا دیا۔ اور اس گاؤں کا نام
’رحمت پور‘ رکھا۔

ذکر کرنے والے فقراء کی جمونپڑیاں نہایت سادہ تھیں۔ کوئی بھی ظاہری زیب و
زینت نظر نہیں آتی تھی لیکن یہ جگہ حقیقت میں حیران اور پریشان انسانوں کیلئے قلب کا قرار
اور روح کی راحت تھی۔ جس جگہ رات دن، صبح و شام اللہ کے ذکر کی صدا اور پکار ہو، وہ جگہ
کیوں نہ رحمت اور برکت والی ہوگی!

فقراء کو نماز، روزہ اور ضروری دینی مسائل کی تعلیم دی جاتی تھی۔ فقراء کی سہولت
کیلئے اردو اور سندھی زبانوں میں دینی تعلیم کی کتابیں بھی شائع کی جاتی تھی۔ باہر مردوں کو
اور اندر مستورات کو نماز، روزہ کے مسائل کے علاوہ حیض و نفاس کے مسائل پر زبان یاد
کرائے جاتے تھے۔

رمضان شریف کا چاند دیکھتے ہی سندھ کا ایک مشہور و معروف قاری خان محمد صاحب پنہور
رحمۃ اللہ علیہ نصیر آباد کا رہنے والا رحمت پور شریف پہنچ جاتا تھا۔ ڈہر کی شہر کا ایک عمر رسیدہ سفید
ریش بزرگ جن کو دادا رحمت اللہ کہتے تھے، قاری صاحب کو دیکھتے ہی دُور سے چلا کر کہتا تھا
”ہمزمہ آ گیا“۔ رمضان شریف کا پورا مہینہ تجوید و قرأت کا درس ہوتا تھا۔ بڑی عمر والے
لوگوں کو بھی درس کے دوران اٹھ کر جانے کی اجازت نہیں تھی۔

کچھ مبلغوں کو کوئٹہ، قلات، مستونج، خضدار، کچھ کمران بلوچستان بھیجا گیا۔ کچھ کو
مٹھی، کھوکھر اپار، تھر پارا کر اور کچھ کو لاہور، گجرات، پنجاب بھیجا گیا۔ ایک مبلغ کو مشرقی پاکستان
(بنگلہ دیش) اور دوسرے کو ایران روانہ کیا گیا۔

رجال الغیب کی آمد

(حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کا دور)

حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خلیفہ مولانا محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بکھر والو بلوچستان کی طرف تبلیغ کیلئے جاتا رہتا تھا۔ اس نے عجیب و غریب واقعہ بیان فرمایا کہ خضدار کی دیہات میں سفر کرتے 'مٹھا' نامی ایک گاؤں میں پہنچا۔ کافی تعداد میں جماعت اکٹھی ہوئی، پوری مسجد بھر گئی۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ جماعت روزانہ اتنی ہی تعداد میں ہوتی ہے یا آج آئی ہوئی ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ چند دن ہوئے کہ اس گاؤں میں بعد نماز عشا کچھ غیبی بزرگ پہاڑ کی چوٹی سے پرواز کرتے ہوئے نیچے اتر آئے اور بلند آواز میں گاؤں والوں کو بلانے لگا۔ ان کی آواز میں اتنی تاثیر تھی کہ پورے گاؤں کے لوگ مرد خواہ عورتیں جمع ہو گئے۔ عورتوں کو الگ کر کے بٹھایا اور ہم مرد جدا ہو کر بیٹھ گئے۔ ان بزرگوں میں سے دو بزرگ نقاب پوش تھے۔ ایک بزرگ نے اٹھ کر پُر تاثیر تقریر کی۔ ساری رات تقاریر کا سلسلہ جاری رہا۔ پو پھٹنے سے پہلے وہ ہم سے رخصت ہوئے اور ہمیں سمجھ کی کہ آپ میں سے اگر کسی نے بھی نماز اور روزہ میں سستی یا کابلی کی تو اس کو سزا دی جائے گی۔ ہم نے عرض کیا کہ آپ اپنا تعارف کرائیں۔ انھوں نے بتایا کہ حکم کے مطابق ہم عشا کی نماز مسجد نبوی میں ادا کر کے پھر کسی نہ کسی علاقہ میں جا کر اس قسم کی تبلیغ کرتے ہیں اور حجر کی نماز واپس آ کر مسجد نبوی میں جماعت کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ گاؤں والوں نے بتایا کہ اس کے بعد بھی کئی مرتبہ وہ غیبی بزرگ یہاں آتے رہتے ہیں۔ اور کسی بھی مرد خواہ عورت نے اگر روزہ یا نماز ترک کیا تو یہ بزرگ اپنی باطنی بصیرت سے ان کو اپنی لکڑی سے سزا دیتے ہیں۔ لکڑی سیدھی کرتے ہیں تو وہ لکڑی ہم تک پہنچ جاتی ہے۔ اب اس گاؤں میں کوئی بھی دین کے کام میں سستی کابلی نہیں کرتا۔

خلیفہ صاحب نے ان سے پوچھا کہ وہ بزرگ آپ کے پاس پھر کب آئیں گے تو میں بھی ان کی زیارت کروں۔ انہوں نے بتایا کہ اب وہ آنے والے ہیں، آپ ایک دو دن ٹھہر جائیں، خلیفہ صاحب نے بتایا کہ میں بھی اس شوق میں دو چار دن ٹھہر گیا لیکن وہ بزرگ نہیں آئے۔ میں نے اپنا تبلیغ سفر جاری رکھا۔ پھر کافی دنوں کے بعد پھر اس گاؤں میں آنا

ہوا تو گاؤں والوں نے بتایا کہ بچہ رات کو وہ بزرگ آئے تھے۔ ہم نے ان بزرگوں کو آپ کے بارے میں بتایا اور دیر سے آنے کا سبب بھی پوچھا۔ انھوں نے بتایا کہ اس دور کے غوثِ اعظم کا خلیفہ آپ کے پاس آیا ہوا تھا۔ جس کے آنے سے اور تبلیغ کرنے سے ہم نے یہاں آنا مناسب نہیں جانا۔ اس لیے ہمیں آنے میں دیر ہوئی۔

گاؤں والوں نے بتایا کہ ہم نے عرض کیا کہ آپ اتنے کامل بندے ہیں کہ روزانہ پوری رات تبلیغ کرتے ہیں اور اس کے ساتھ عشا اور فجر کی نماز مسجد نبوی میں ادا کرتے ہیں۔ آپ ہم کو مرید بنائیں۔ ان بزرگوں نے ہمیں تلقین کی کہ حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ لاڑکانہ میں رہتے ہیں اگر آپ کو طریقت میں داخل ہونا ہے تو ان کے خلیفہ مولانا محمد صاحب جو آپ کے پاس آئے ہیں، ان کے ساتھ لاڑکانہ جاؤ اور جا کر بیعت کرو۔ ہماری طرف سے حضرت صاحب کو السلام بھی عرض کرنا۔ مولانا محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس گاؤں کی جماعت کو ساتھ لیکر رحمتپور شریف پہنچا اور بزرگوں کا عجیب احوال اور السلام حضرت صاحب کی خدمت میں پہنچائے۔

اس عاجز (بیدار) کو رحمتپور والی وہ مجلس آج بھی یاد ہے جس میں مولانا محمد صاحب نے رجال الغیب کا احوال دیا تھا۔ مولانا خلیفہ غلام قادر صاحب (مورود) نے بھی مذکورہ واقع کی تصدیق کی ہے۔

بیدار کے بچپن کا عجیب خواب

مورودا ہے تھورو کا رہواسی (بیدار مورائی) طالب علمی کے دور میں، جب دادو اور لاڑکانہ کیلئے یہ مشہور تھا کہ دادو ہے جادو اور 'جھنجی' ناٹو نہ سمجھ لاڑکانہ، یعنی اگر دولت ہو تو لاڑکانہ دیکھو۔ یہ شعر دیکھا تو انھیں تھا بلکہ سنا ہوا بھی نہیں تھا۔

تقریباً سال 1952ء کا واقعہ ہے کہ ایک رات خواب میں دیکھ رہا تھا کہ ایک بڑی مسجد ہے جس میں کثیر جماعت ہے۔ پوری جماعت کے چہروں پر محمدی صورت (داڑھی) اور سرور پر محمدی تاج (عمامہ) سجایا ہوا ہے۔ اتنی ساری کثیر تعداد میں داڑھیاں اور عمامے ایک ہی جگہ ٹھہری جاگتے ہیں یہ منظر انھیں دیکھا تھا۔ گویا اس علاقہ میں داڑھی اور عماموں کے کوئی فیکٹری تھی۔

لوگ ایک دوسرے کو 'فقیر فقیر' کہہ رہے تھے۔ جماعت حلقہ کی شکل میں بیٹھی تھی، جس کو اپنی زبان میں 'حلقہ' ذکر کہہ رہے تھے۔ میں بھی اس حلقہ میں بیٹھ گیا۔ ایک فقیر اٹھا

اور مخصوص انداز میں اپنا مسواک دکھا کر اوروں سے بھی مسواک کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ اس حلقہ میں ایک نورانی چہرے والا بزرگ بھی بیٹھا تھا، جس کے بارے میں ساتھ بیٹھے فقیر سے میں نے پوچھا کہ یہ نورانی چہرے والا بزرگ کون ہے۔؟ اس نے بتایا کہ اس بزرگ کو 'سوہنا سائیں' کہتے ہیں۔ اس گاؤں کا نام 'گیرلیو' ہے اور یہ جمات لاڈکانہ والے بزرگ کی ہے جو 'بیر مٹھا' کے لقب سے مشہور ہے، یہ بزرگ طلبی ذکر کی تلقین کرتے ہیں۔

عجیب خواب اور عجیب منظر تھا۔ داڑھی اور عمامہ، پوری جماعت ایک ہی یونیفارم میں تھی۔ مسواک دکھانے اور پوچھنے کا طریقہ اور انداز بھی انوکھا تھا۔

سبحان اللہ! بزرگوں کے القاب بھی عجیب 'سوہنا سائیں' اور 'بیر مٹھا' کتنے پیارے تھے۔ میں نے کبھی بھی یہ نہ سوچا تھا کہ یہ خواب، حقیقت میں تبدیل ہو جائے گا۔ یہ داڑھی اور عمامہ والی جماعت اپنی آنکھوں سے دیکھوں گا۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے کہ اگر یہ خواب والے مناظر بیدار کو بیداری میں دکھائے، تو اس کے پاس کوئی دیر نہیں۔

ولی کامل کا پہلا دیدار

(بیدار کا آنکھوں دیکھا منظر)

بچپن کا خواب اب حقیقت میں تبدیل ہوتا ہے۔ ایک سال بعد 1953ء میں جب میں مڈل اسکول مورد میں انگریزی پڑھتا تھا تو مولانا غلام قادر صاحب مینن (مورد) مرحوم غلام حیدر سولنگی (مورد) مرحوم غلام رسول شاہ (کنڈیارو) جس کو چل شاہ بھی کہتے تھے، ان کی رفاقت میں پہلی مرتبہ حضرت بیر مٹھا کی زیارت کیلئے رجتھوہر شریف (لاڈکانہ) جانا ہوا۔ اس زمانے میں روڈ اور راستے کی سواری بہت کم ہوتی تھی۔ لوگ اکثر ریل گاڑی میں سفر کرتے تھے۔ میرے رفیقوں نے میرے لئے، میری عمر کے مطابق شاید آدھا ٹکٹ لیا تھا۔ جب روہڑی اسٹیشن پہنچے تو چیکر نے کہا کہ یہ لڑکا اب بڑا ہو گیا ہے۔ اس کا پورا ٹکٹ لینا چاہئے۔

جمعتہ المبارک کا بابرکت دن تھا، تقریباً گیارہ بجے درگاہ رجتھوہر شریف پہنچے۔ ناشتہ اور کچھ آرام کر کے نمازِ سنت ادا کی اور اُن دیکھے محبوب کے آنے کا انتظار کرتے رہے۔ جماعت باصف ہو کر رقص کی صورت میں اپنے پیرو مرشد کی شان میں سندھی زبان

میں غزل پرہ رہی تھی۔ دلبر آلیں در کھنٹی تی غارمون ڈی نین کئی، بجن آلیں سک کھنٹی میں غارمون ڈی نین کئی۔ جس کا مفہوم کچھ اس طرح تھا ”تیرے در پر دلبر چلے آئے، دیکھو میری طرف اپنے نین اٹھا کے۔ تیری پریت یہاں تک لے آئی، دیکھو میری طرف نین اٹھا کے۔“ ہر فقیر کی زبان پر حق پیر منشا کی پکار تھی۔ کچھ فقیر، آپ کو محبت اور عقیدت سے غوث، نقشب، ولی کامل کہہ رہے تھے ولی کے لفظ پر میری حیرت کی حد نہ رہی اور سوچ میں پڑ گیا!

کہ اللہ کے ولی زندہ بھی ہوتے ہیں۔؟

بچپن کا بھولا ہوا واقعہ پھر آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ بچپن میں، میں ہمسایہ عورتوں کے ساتھ قبرستان جایا کرتا تھا۔ جس قبر پر لعل رنگ کا پتہ (کپڑا) ہوتا تھا۔ وہاں یہ عورتیں شہد کی مکھیاؤں کی طرح جمع ہو جاتی تھیں اور اس مزار کو ’اللہ کا ولی‘ کہہ کر پکارتی تھیں اور اس ولی کا واسطہ لیکر اللہ سے دعا مانگتی تھیں۔ آخر میں نذر یا منت کئے ہوئے کپڑے مزار پر چڑھا کر مٹھائیاں یا پکے ہوئے چاول بانٹ کر، واپس گھر لوٹتی تھیں۔ میری بچپن والی سوچ یہی تھی کہ اللہ کے ولی مزاروں میں ہیں۔ لیکن یہاں آ کر یہ منظر بھی دیکھا کہ اللہ کے ولی زندہ بھی ہوتے ہیں۔ ابھی ان ہی خیالوں میں گم تھا کہ اچانک اللہ اللہ کے ذکر کے نعرے گونجنے لگے۔ دیکھتا کیا ہوں کہ سبحان اللہ! ایک نورانی چہرہ والا محبوب دروازے سے نمودار ہوا۔ آپ کے نورانی جسم اظہر پر باریک کپڑے زیب تن کیے ہوئے، جن کے اوپر زری سے بھترین کشیدہ کاری کیا ہوا مخمل کا کوٹ، کلاہ مبارکہ پر سبز رنگ کی پھولوں والی حسین دستار اور ہاتھ مبارکہ میں ایک رنگین خوبصورت عصا تھا۔ (سفید باریک کرتہ، مخمل پر گلکاری والا کوٹ، کلاہ اور سبز رنگ کی پھولوں والی حسین دستار مبارکہ کی تصویر آخری صفحات پر ہیں)۔

ریش مبارکہ کے بال چاندی کی تاروں کی طرح چمک رہے تھے۔ آپ کے نورانی چہرے اور حسن و جمال کو دیکھتے ہی عاشقوں کے ارواح تڑپ اُٹھتے تھے۔

محبوب کے نورانی چہرہ دیکھتے ہی ’واللہ ثم باللہ‘ میری زبان سے بے اختیار یہ الفاظ نکلے کہ ”یہ انسان نہیں، بلکہ ملائک ہے۔“

پہلی بار جب میں رحمتہ شریف پہنچا تو محبوب کے ایک ہی دیدار پر انوار سے ’گریہ زاری‘ کی عجیب کیفیت طاری ہو گئی۔ خطبہ سے لیکر میری نماز بھی روتے روتے ادا ہوئی۔

بچپن کا خواب حقیقت میں تبدیل

جب رونے والی کیفیت ختم ہوئی تو سال 1952ء والا خواب پھر یاد آیا۔ سوچا کہ منظر بھی وہی، جماعت بھی وہی، واڑھیاں، مسواک، عمامہ اور نورانی چہرہ بھی وہی، لیکن وہ خواب والا جوان (حضرت سوہنا سائیں) نظر نہیں آتا۔

جیسے ہی مسجد میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ سبحان اللہ! مسجد کے جنوب میں وہی نورانی چہرہ والا جوان تن تھما، جیسے کسی کے انتظار میں بیٹھا ہوا ہے۔ دل نے فزونی دیا کہ جس بزرگ کی تمہیں تلاش تھی، وہ خواب والا بزرگ یہی ہے۔

میں بڑے ادب و احترام، محبت اور عقیدت سے ان سے ملا۔ آپ نہایت پیارا اور شفقت سے اپنے سینے سے لگا کر مجھ سے خیر و عافیت معلوم کی۔

دورانِ گفتگو، میں نے آپ کو خواب والا پورا قصہ سنایا۔ آپ نے فرمایا کہ 'گیریلو' یہاں سے قریب ہے۔ ابتدا میں اس عاجز (حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ) نے اس شہر میں عربی تعلیم حاصل کی تھی۔ گیریلو میں حضرت صاحب کی کثیر جماعت ہے، جماعت کی خدمت اور غلامی کیلئے یہ عاجز وہاں جاتا رہتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ فقیر! ظاہری نمود و نمائش کی ضرورت نہیں، ولی تعلق، نسبت اور رابطے کی ضرورت ہے۔ مزید فرمایا کہ اس مولوی صاحب (حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ) کو دیکھو! یہ عاجز باریک کپڑے پہنتا ہے اور مولوی صاحب مونٹے اور مضبوط کپڑے پہنتا ہے۔ یہ عاجز کلاہ پر دستار باندھتا ہے اور مولوی صاحب ٹوپی پر بڑا عمامہ باندھتا ہے، لیکن اس (مولوی صاحب) کی رگ رگ میں ہماری محبت سمائی ہوئی ہے، بس یوں سمجھئے کہ بوتل دو ہیں اور عطر ایک ہے۔ اسی دن سے اس جوان کے مقام اور مرتبہ کا اندازہ ہو گیا۔

شاندار مسجد رحمتپور

(توکل اور تقویٰ پر بنیاد)

ابتدا میں رحمتپور شریف کی مسجد نہایت سادہ قسم کی ککڑیوں سے بنی ہوئی تھی۔ قد آور جوان بھی نیچے جھک کر بہت ہی نیاز و انکساری سے اللہ کے اس گھر میں داخل ہوتے تھے۔ دو تین بار اس مسجد کو نئے سترے سے تعمیر کیا گیا۔ آخر میں پانچ مہذبوں پر مشتمل یہ نورانی خوبصورت مسجد تعمیر کی گئی۔ جس کا پرآمدہ کافی وسیع اور چوڑا تھا، بھترین محرابوں کی صورت میں سترہ دروازوں پر مشتمل تھا، صحن کے لئے بھی بڑا میدان تھا۔

حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان سے جون جولا کی وکیشن کے دوران جماعت کے تقریباً دو تین سو انگریزی خواہ پرائمری اساتذہ درگاہ پر جمع ہوئے، برآمدے کے لیے حضرت صاحب نے پھول والی بڑی خوبصورت اینٹیں منگائی تھیں۔ آپ نے اپنے دستِ مبارک سے دو مستطیل اینٹوں میں رنگ بھر کے وارنش لگا کر نمونے کے طور پر باہر دوستوں کو بھجوائیں۔ جب رنگ بھرنے کی بات آئی کہ ان ہزاروں اینٹوں میں رنگ کون بھرے گا؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ اتنے سارے اساتذہ جمع ہیں اور خوش طبعی کرتے ہوئے فرمایا کہ اساتذہ اتنے قابل ہیں کہ چوہے کی دم کی شکل بھی بنا لیتے ہیں، اس لئے یہ کام ان کے حوالے کیا جاتا ہے۔ وارنش اور رنگوں کا تو پہلے ہی سے انتظام تھا، ہاتی مسئلہ برشوں کا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ کھجور کے درخت کے مسواک بنا کر برش تیار کریں اور رنگ بھریں۔ اساتذہ نے چند دنوں میں ساری اینٹوں میں رنگ بھر دیا۔

حضرت صاحب کے وصال کے بعد بھی بہت عرصے تک یہ اینٹیں صحیح سلامت تھیں، ان کا رنگ و روغن بھی برقرار تھا۔ موجودہ دور میں جب مہذبوں کے بغیر نئے سترے سے مسجد کی تعمیر کی گئی تو پرآمدہ والی اینٹیں نظر نہیں آئیں۔

مجھے وہ دن بھی یاد ہیں جب پنجاب کے کارکن آئے تھے اور مسجد کی مہذبوں اور میناروں پر پتیل کی ایسی خوبصورت جڑاوت کی تھی جو دور سے سونے کے گلتے تھے۔ کئی برس تک وہ جڑاوت برقرار رہی۔

کراچی میں جب مسجدوں میں رنگا رنگی شیشوں کا رواج ہوا تو آپ نے ان کنبذوں اور بیناروں سے وہ پیتل کی جڑاوت ہٹوا کر، کراچی کے کاریگروں سے اس کی جگہ مختلف رنگین شیشوں کی جڑاوت کروائی۔ صبح کو جب سورج نکلتا تھا اور اس کی کرنیں رنگین شیشوں پر پڑتی تھیں تو ایک حسین و جمیل، خوبصورت اور پُرکشش منظر دیکھنے میں آتا تھا۔

اس دور میں اکثر مساجد چندہ کے رقم و کرم پر تیار ہوتی ہیں۔ چندہ کیلئے خاص آدمی مقرر کیا جاتا تھا اور لاڈل اسپیکر پر اعلانات کرائے جاتے تھے۔ لاڈکانہ میں رحمتپور کے قریب لاڈکانہ اسٹیشن کی مسجد کیلئے تو خصوصاً ٹکٹ کے ساتھ زبردستی چندہ وصول کیا جاتا تھا۔ حضرت صاحب فرماتے تھے کہ یہ مسجد زبانِ حال سے کہہ رہی ہے کہ میں وہ مسجد ہوں جو کسی چندے یا سوال کے ذریعے تعمیر نہیں ہوئی،

’میری بنیاد تو کل اور تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔‘

(پانچ قبائی شاندار مسجد رحمتپور کی تصویر اس کتاب کے آخری صفحات پر ہے)

ایک پارسا خاتون کی مثالی خدمات

(بڑی صاحبزادی حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ)

آپ اپنے پیر کے پروانے اور عاشق صادق تھے۔ مرشد کی محبت اور عشق میں نہ صرف غزل بنا کر پڑھتے تھے بلکہ اپنی جائداد (باغ والی زمین) بھی مرشد کے لنگر خانے کیلئے وقف کر دی۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت کو زندہ رکھتے ہوئے اپنی دختر نیک اختر کو بھی اپنے مرشد حضرت پیر قریشی رحمۃ اللہ علیہ کو نکاح میں دی۔ حضرت پیر قریشی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد اس نیک سیرت پارسا خاتون نے اپنی زندگی کے باقی دن درگاہ رحمتپور شریف میں اپنے والد ماجد (حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ) کے ساتھ گزاری۔

جماعت غفاریہ، بخشید، طاہریہ، کی اہل ذکر مستورات پر بھی صلیب کا احسان عظیم ہے کہ آپ نماز، روزہ، حیض نفاس اور ضروری دینی مسائل کے ساتھ ان مستورات کو قرآنی تعلیم بھی دیتی تھیں۔ اکثر عورتیں ناخواندہ تھیں۔ آپ کی کوشش اور انتھک محنت کا ہی نتیجہ ہے کہ آج بھی ان عمر رسیدہ عورتوں کو بہت سارے دینی مسائل پر زبان یاد ہیں۔ وہ نیک بندیاں نماز تہجد کے بعد روزانہ ان مسائل کو دہراتی ہیں۔ یہی صلیب کو اب اور احترام سے ’استاویں‘ کے حسین لقب القاب سے پکارتی تھیں۔

بھی صاحبہ کا جب وصال ہوا تو حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کو اتنا دلی صدمہ ہوا کہ کئی دن تک خاموش رہے۔ آپ نے پانچ قبائی مسجد کے ساتھ جنوب میں بھی صاحبہ کے لئے مقبرہ تعمیر کروایا۔ جہاں آج بھی باپردہ عقیدہ مند عورتیں ادب و احترام سے ختم شریف اور زیارت کیلئے آتی رہتی ہیں۔

ایک مرتبہ آپ نے دورانِ تقریر فرمایا کہ مبادہ کسی کے دل میں یہ خدشہ، خطرہ یا غلط خیال پیدا ہو کہ اس عاجز نے اپنی بیٹی کیلئے یہ مقبرہ تعمیر کر دیا ہے۔ اسی طرح ہر گز نہیں، دراصل اس عاجز نے اپنے مرشد مربی حضرت پیر قریشی رحمۃ اللہ علیہ کے ادب و احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے، آپ کے حرم پاک پر مقبرہ تعمیر کر دیا ہے۔
(بھی صاحبہ کے مقبرہ کے دروازے کی تصویر آخری صفحات پر ہے)

تاثرات اور قلبی کیفیات

(حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کی چھوٹی دختر نیک اختر)

مندرجہ ذیل مضمون سال 2006ء میں حضرت قبلہ صاحبزادہ محمد دیدہ دل صاحب (نواسہ حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ) درگاہ غریب آباد (لاڑکانہ) کی طرف سے اس کتاب میں شائع کرنے کیلئے موصول ہوا۔ یہ سعادت ہے کہ حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان نے اپنی کہانی، اپنی زبانی، تحریری صورت میں کرمنازی کی ہے۔

(بیدار مورائی)

بھی صاحبہ (صاحبزادہ محمد دیدہ دل صاحب کی والدہ ماجدہ) فرماتی ہیں کہ میں سب سے چھوٹی اور آخری اولاد تھی، لیکن بہت پیاری تھی۔ بابا سائیں پیار سے ”ہائو“ کہہ کر پکارتے تھے۔ آپ اپنے زانو مبارکہ پر بٹھا کر بات نہایت پیار و محبت سے سکھاتے اور سمجھاتے تھے۔ اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، کام کاج، اور یہاں تک کہ آداب و اخلاق بھی مجھے اپنے والد ماجد نے سکھائے۔ قرآن مجید کا پہلا پارہ بھی آپ نے پڑھایا تھا اور بھشتی زیور (مسائل کی کتاب) بھی آپ نے پڑھائی۔

سب کچھ ماؤں کی طرح مجھے اپنے والد نے سکھایا۔ بابا سائیں نے اپنی زندگی میں مجھے نہ کبھی جھڑکا اور نہ ڈانٹا۔ ہر بات پیار شفقت سے سمجھاتے تھے۔

بھی صاحب فرماتی ہیں کہ بچپن میں مجھے اور فقیر بھی اٹھاتے تھے لیکن اکثر بھائی مولوی صاحب (حضرت سوہتا سائیں) زیادہ اٹھاتے اور پیار کرتے تھے۔

بابا سائیں فرماتے تھے ”میں بھی خادم المخلوق ہاں، ٹساں بھی خادم المخلوق تھیو۔“
 بھئی صاحب فرماتی ہیں کہ پہلے میری عمر چھوٹی تھی، شرم آتی تھی، اب عمر بڑی ہو گئی ہے۔ ڈکھ بھی بہت جھیلے ہیں۔ اب والد کے فرمان کے مطابق تبلیغ شروع کر دی ہے۔ یہ آپ کی مہربانی ہے۔ آپ ہی کی نگاہِ کرم سے تبلیغ میں بہت فائدہ ہے۔ ہزاروں بے نماز، بے دین عورتیں، ڈھونک بجانے والیاں، ڈانس کرنے والیاں بہت ہی نیک اور تہجد گزار بن گئی ہیں۔

بھئی صاحب فرماتی ہیں کہ بابا سائیں جب بھی سفر پر روانہ ہوتے تھے تو مجھے بھی اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔

مجھے (بیدار) کو اچھی طرح یاد ہے کہ رمضان شریف کے دوران حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کا کوئٹہ میں قیام تھا۔ تفریق کیلئے شہر میں کچھ خاص مقامات کے معائنہ کیلئے تانگہ کرایہ پر کیا گیا۔ ان دنوں تانگے کا ایک گھنٹہ کا کرایہ پانچ روپیہ ہوا کرتا تھا۔ تانگے میں آگے حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کی چھوٹی صاحبزادی (جس نے یہ مضمون لکھا ہے) اور پیچھے حاجی حسین بخش صاحب اور میں (بیدار) بیٹھے تھے۔

وصال کے آثار اور دائمی دعا

بھئی صاحب فرماتی ہیں کہ میرے والد حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کا جب آخری وقت تھا، آپ آرام میں تھے۔ اچانک اٹھے اور قے کر دی۔ جس سے آپ کے گلابی پھول جیسے چہرہ مبارکہ کا رنگ پیلا پڑ گیا۔ میں نے جب یہ دیکھا تو بہت پریشان ہو گئی اور رونے لگی۔ میرے رونے کی آواز جب آپ تک پہنچی تو آپ نے پوچھا کہ کون پیاروند نے بتایا کہ سائیں! آپ کی صاحبزادی رو رہی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ان کو ہلا لیں۔ میں جب حاضر ہوئی تو آپ نے مجھے سینے مبارکہ سے لگایا اور فرمایا کہ ”ہائو! نہ رو دجھاں توں حکِ موسیں، ڈو جہا میں ہوساں، میں ٹسا کوں اللہ سائیں دے حوالے کیتا۔“ جب جانی جدا ہوئے تو بہت پکارا، رو رو کر دل کو سمجھایا۔ جیسے آپ نے فرمایا تھا، آپ اب بھی اس عاجز کے ساتھ ہر وقت ہیں۔ آپ کی نگاہِ کرم اور مہربانی ہے۔ آپ اس بات پر راضی ہیں کہ روزِ بروز تبلیغ میں ترقی ہے۔

تبلیغی کوششیں اور کاوشیں

درگاہِ غریب آباد شریف (لاڑکانہ) میں ہر جمعہ کے روز عورتوں کا پروگرام ہوتا رہتا ہے۔ لاڑکانہ شہر سے کئی سو کی تعداد میں عورتیں شریک ہوتی ہیں، جن میں ڈاکٹری اور انجینئری پڑھنے والی نوجوان لڑکیاں بھی اس اجتماع میں شامل ہوتی ہیں۔ ان کو دینی خواہ دنیوی بہت فائدہ ہوا ہے۔ آخر میں لنگر کا انتظام بھی ہوتا ہے۔

سائیں صاحبزادہ محمد دیدہ دل صاحب نے اس عاجز (بیدار) کو بتایا کہ اماں سائیں کو بہت عوارضات ہیں۔ علاج کے لئے حیدر آباد اور کراچی جانا ہوتا ہے۔ جب جماعت کے فقیروں کو ہماری خبر ہو جاتی ہے تو بہت دور دور سے خواتین آ جاتی ہیں۔ اماں سائیں کو تبلیغی حرم کا غلبہ یہاں تک ہے کہ تبلیغ کرتے کرتے مسلسل دو تین گھنٹے گزر جاتے اور آپ کو اپنی بیماری کا احساس تک نہیں ہوتا اور کھانا پینا بھی بھول جاتی ہیں۔

محترم نعمت اللہ قریشی صاحب نے اس عاجز (بیدار) کو بتایا کہ ایک مرتبہ صاحبزادہ محمد دیدہ دل صاحب اپنے خاندان کے ساتھ دادو تشریف لائے۔ میں نے آپ کو دعوت کیلئے عرض کیا۔

میں صاحبہ نے اس شرط پر دعوت قبول فرمائی کہ تبلیغ کا بندوبست کیا جائے گا۔ دادو شہر سے فقیروں کی عورتوں کے علاوہ اسکولوں اور کالجوں کی نوجوان تعلیم یافتہ لڑکیاں بھی اجتماع میں شامل ہو گئیں۔

میں صاحبہ نے مسلسل دو تین گھنٹے تقریر کی۔ تبلیغ کا یہ اثر ہوا کہ الحمد للہ! آج تک ہفتہ وار عورتوں کا پروگرام ہوتا رہتا ہے۔

باب تیسرا

(عجیب و غریب واقعات)

حضرت محبوب الہیؑ اور امیر خسروؒ

آپؑ نے فرمایا کہ امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے عاشق صادق اور خلیفہ مجاز تھے اور شام ملک کی طرف ہیرے اور جواہرات کی تجارت کرتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک بڑا قافلہ سامان سے لاؤ کر تجارت کرنے نکلے۔ بہت سارے ہیرے جواہرات اور نفع حاصل کر کے وطن واپس آ رہے تھے کہ راستے میں ایک گداگر فقیر ملا تو آپؑ نے پوچھا کہ بتاؤ! تم کہاں سے آ رہے ہو؟ فقیر نے جواب دیا کہ حضرت محبوب الہیؑ کے دربار سے آ رہا ہوں وہاں میں نے بزرگوں سے عرض کیا کہ قبلًا! امید لیکر آپؑ سخی کے دربار پر آیا ہوں، خدا کے لئے کچھ دلوائیے۔ بزرگوں نے فرمایا کہ کچھ صبر کرو، اللہ کی طرف سے آئے تو تمہیں دیتا ہوں۔ ایسے ہی خالی آ سرے میں دو دن گزر گئے۔ آخر عرض کیا کہ قبلًا! میں گداگر ایک جگہ بیٹھنے والا نہیں۔ آپؑ جواب دیں تو کوئی اور رو دیکھوں۔ بزرگوں نے گھر سے ایک پرانی جوتی لا کر مجھے دی۔

امیر خسروؒ نے فقیر سے کہا کہ مجھے بھی اس نعلین کی زیارت کراؤ۔ بس نعلین دیکھتے ہی آپؑ کو پیرو مرشد یاد آ گیا اور وجد کی حالت طاری ہو گئی۔ یہ کیفیت جب کم ہوئی تو فرمایا کہ فقیر! میرے ساتھ لیٹ دین کرو گے؟ فقیر نے کہا کہ چھوڑ دیں، آدھا سو روپ تو حضرت صاحب نے غروب کر دیا، مجھے جانے دیں کہ مغرب سے پہلے گھر پہنچ جاؤں۔

آپؑ نے فرمایا کہ فقیر! یہ ہیرے اور جواہر اور سارا سامان لے لو اور جن اونٹوں پر یہ سامان لدا ہوا ہے وہ اونٹ بھی تمہیں دیتا ہوں اور اونٹوں کی مہاریں جن غلاموں کے ہاتھوں میں ہیں، وہ غلام بھی تمہارے حوالے کرتا ہوں۔ پھر بھی خدا کی قسم، تمہارا احسان سمجھوں گا۔ یہ کہہ کر وہ نعلین مبارک فقیر سے لیکر، بوسہ دیکر، آنکھوں پر رکھ کر، ریشمی رو مال میں لپیٹ کر، سینے سے لگائے، لے آیا۔

امیر خسرو جب حضرت صاحب سے ملا تو آپ نے فرمایا ”خسرو! بسیار ارزاں خرید!“۔ اے خسرو! یہ سودا تم نے بہت سستا خریدا ہے۔

امیر خسرو اپنے پیر و مرشد کے عشق و محبت اور شان میں غزل بنا کر، حضرت صاحب کے روبرو پڑھتے تھے۔ تقریباً سال 1957ء تھا، حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ دورانِ تقریر پوری غزل پڑھی تھی۔ آج بھی اس غزل کی دو مصرع مجھے یاد ہیں۔ ایک مصرع میں امیر خسرو نے اپنے مرشد کے حسن و جمال کا بیان کیا ہے اور دوسری مصرع میں اس نے مرشد سے کامل فنایت کا ذکر کیا ہے۔

آفا تھا گردیدہ ام، بھر ہاں درزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام، لیکن تو چیزے دیگری
میرے محبوب! میں نے زمین و آسماں کا کوئی نہ چھان لیا، بہت سارے نصیبین و
جیل، چشم آہو اور چشم بادام نازنین نظر آئے لیکن تو چیز ہی کچھ اور ہیں۔
من تو شدم، تو من شدی، من تن شدم، تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں، من دیگرم تو دیگری
میرے محبوب! میں تم ہوں، تم میں ہوں، میں جسم ہوں، تم جان ہو، ظاہر بین یہ نہ
سمجھے گا کہ میں اور ہوں اور تم ہو۔

وقت کا خلیفہ اور لیلیٰ

حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ نے دورانِ تقریر مثنوی کا یہ واقعہ بیان کیا کہ جب خلیفہ وقت کو یہ علم ہوا کہ قیس ایک نوجوان، علم و ادب سے وابستہ، معزز خاندان کا ایک فرد، لیلیٰ کے عشق و محبت میں دیوانہ ہو گیا ہے، جس کو اصل نام کے بجائے مجنوں پکارا جا رہا ہے تو خلیفہ نے لیلیٰ کو بلایا اور اسی قسم کی گفتگو کی۔

گفت لیلیٰ را خلیفہ کاں توئی کہ از تو مجنوں شد پریشان دغوی
خلیفہ نے لیلیٰ سے کہا کہ کیا تو ہی وہ لیلیٰ ہے، جس نے قیس جیسے عالم و عاقل انسان کو بھی پاگل اور مجنوں بنا دیا۔

از دگر خوباں تو افزوں نیستی
گفت خاموش چوں تو مجنوں نیستی

خلیفہ نے کہا تم تو اتنی خوبصورت نہیں ہو، تم سے زیادہ تو میری لونڈیاں حسین و جمیل ہیں۔ لیلیٰ نے جواب دیا کہ اے خلیفہ! اگر میں حسین اور خوبصورت نہیں ہوں تو تم بھی مجنوں نہیں، خاموش ہو جا۔

دیدہ مجنوں اگر بودے ترا؛

ہر دو عالم بے خطر بودے ترا۔

اے خلیفہ! تم نے مجھے محل کی کھڑکی سے دیکھا ہے۔ اگر تم مجھے مجنوں کی آنکھ کی کھڑکی سے دیکھتے تو تم دونوں جہان بھول جاتے۔

حضرت خواجہ خرقانی اور محمود غزنوی

آپ فرماتے تھے کہ سلطان محمود نے ہندوستان پر تقریباً سترہ حملہ کیے لیکن سوماتھ مندر فتح نہیں ہو رہا تھا۔ آخر ناامیدی کی حالت میں حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعا کیلئے عرض کیا۔ حضرت صاحب نے اپنا خرقہ مبارک ان کو عطا کرتے ہوئے فرمایا کہ جب بھی کوئی مشکل پیش آئے تو اس خرقہ کا واسطہ لیکر دعا مانگو گے تو اللہ تعالیٰ آپ کی وہ مشکل آسان کر دیگا۔

سلطان محمود وہ خرقہ مبارک لیکر جنگ کے میدان میں آئے اور دو رکعت نفل ادا کر کے دعا مانگی کہ یا اللہ! اس خرقہ کے صدقے مجھے سوماتھ کی فتح عطا فرما۔ ابھی دعا پوری ہی نہیں ہوئی تھی کہ ایک سپاہی گھوڑا دوڑاتا ہوا سلطان کے پاس پہنچا اور عرض کیا کہ قبلہ! آپ کو مبارک ہو، سوماتھ فتح ہو گیا۔

سلطان محمود کو اس رات خواب میں حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ نے فرمایا ”اے محمود! خرقہ مارا چرا کر دی“۔ اے محمود! میرے خرقہ کا کیا ہوا؟ عرض کیا کہ قبلہ! خرقہ کے بدلے سوماتھ کو فتح کیا۔ حضرت صاحب نے فرمایا ”قدر نہ کر دی“۔ افسوس! تم نے خرقہ کی قدر نہ کی۔ اگر خرقہ کا واسطہ لیکر یہ دعا مانگتے تو سوماتھ مندر میں رہنے والے بادے اور برہمن بھی مسلمان بن جاتے۔

حافظ شیرازی اور ہندو عورت کا عشق

آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حافظ شیرازی کسی گلی میں گزر رہے تھے کہ آدمیوں کا مجمع دیکھا اور بیچ میں لکڑیوں کی آگ جل رہی تھی جس میں ایک ہندو کی لاش جلا رہے تھے۔

لاش میں سے جلنے کی خوفناک آوازیں آرہی تھیں۔ اس خطرناک منظر کو دیکھتے ہوئے ایک نوجوان ہندو عورت خوب سنگھار کر کے، بہترین لباس زیب تن کر کے اس آگ کے اوپر آ کر کھڑی ہو گئی۔ نزدیک ایک سیڑھی رکھی تھی۔ ہنستے کودتے اس آگ میں چلا گیا لگا کر وہ بھی زندہ اپنے شوہر کے ساتھ جل کر راکھ ہو گئی۔ اس رسم کو ہندو سستی کہتے تھے۔ حافظ شیرازی نے یہ واقعہ اور منظر دیکھ کر فرمایا:

حافظ! در عشق بازی کم از زن ہندو مہاش

او برائے وصل شوہر، زندہ در آتش می رود

حافظ! افسوس تمہارے حال پر تم تو عشق کا خالی دعویٰ کر رہے ہو۔ تم سے تو ہندو عورت بھی عشق میں سبقت لے گئی، جس نے اپنے شوہر کے مرنے پر ہنستے کودتے، سنگھار کر کے، جیتے جی اپنے شوہر کے ساتھ آگ میں جل کر دفا کا ثبوت دیا۔

حضرت غوث ملتانی اور سید جلال بخاریؒ

آپ فرماتے تھے کہ حضرت سید جلال بخاری رحمۃ اللہ علیہ، بخارا چھوڑ کر حضرت غوث بھاؤ الحق ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت با برکت اور خدمت اقدس میں ملتان میں آ کر قیام پذیر ہوئے۔ ملتان کی گرمی دنیا بھر میں مشہور ہے۔ حضرت سید جلال رحمۃ اللہ علیہ سرد علاقے کے رہنے والے تھے، اس لئے زیادہ گرمی برداشت نہ کر سکے۔ گرمی کی شدت سے اپنی قمیص کے دامن سے اپنے آپ کو ہوا لگا رہے تھے تو اس منظر کو دیکھتے ہوئے حضرت غوث بھاؤ الحق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ”سید جلال، گرمی ملتان خوب است یا سردی بخارا“۔

اس پر حضرت سید جلال بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب جواب دیا کہ ”سردی بخارا بر گرمی ملتان صد بار قربان می کنم“۔ بخارا کی سردی کو ملتان کی گرمی پر سو بار قربان کروں۔ آپ کبھی کبھی دوران تقریر یہ اشعار بھی پڑھتے تھے۔

گفت معشوق با عاشق کہ اے فتی تو بہ غربت دید و بس شہر ہا

ہنس کدای شہر زان حوا خوشتر است گفت آں شہرے کہ دروے دلبر است

محبوب نے اپنے عاشق سے پوچھا کہ تم نے بہت سارے خوبصورت شہر دیکھے ہیں، بتاؤ کہ تم کو کون سا شہر پسند ہے۔ عاشق نے جواب دیا کہ مجھے وہ شہر پسند ہے جس میں میرا محبوب ہے۔

عاشق مست تھا دیدارِ یار میں

آپ فرماتے تھے کہ بھر چوڑی والے بزرگ حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک عاشق صادق خلیفہ سے گفتگو کر رہے تھے، دورانِ گفتگو بزرگ عصا مبارکہ کو اپنے سامنے اٹھائے اس پر ٹیک لگا کر کھڑے تھے۔ عصا میں ایک لوہے کی کیل بھی تھی جس کو کبھی اوپر کرتے اور کبھی نیچے کر کے ٹیک لگاتے تھے۔ خدا کی قدرت، کہ اس عصا کی لوہے والی کیل خلیفہ کے پاؤں میں چلی گئی اور بزرگ عصا پر زور سے ٹیک لگا کر کھڑے رہے۔ دوسری طرف خلیفہ اپنے پیرومرشد کے دیدارِ پُر انوار اور کلامِ ولی میں مست و مگن تھا۔ جب بزرگ نے عصا کو اوپر اٹھایا تو کچھ زور لگوا رہی تھی۔ جیسے ہی بزرگ نے دیکھا تو وہ خلیفہ کے پاؤں میں چلی گئی تھی۔ بزرگ نے خلیفہ سے محبت اور شفقت سے پوچھا کہ فقیر! درد تو نہیں ہوا؟ خلیفہ نے مسکراتے ہوئے عرض کیا کہ قبلہ! آپ جیسا در مان بھی ہو اور پھر درد بھی ہو، یہ کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔

سلطان محمودؒ اور غلام ایازؒ

آپ کبھی کبھی اپنی دورانِ تقریر یہ شعر بھی فرماتے تھے۔
محمود غزنویؒ کہ ہزاراں غلام داشت ، عشقش پناں گرفت کہ، غلامِ غلام شد
سلطان محمود کے پاس ہزاروں غلام تھے لیکن جب ایاز کے عشق کی چوٹ لگی تو اپنے ہی غلام کا غلام بن گیا۔ ایاز ظاہر میں کالے رنگ کا ایک حبشی غلام تھا۔ لیکن سیرت کا بہت حسین تھا، ان کا ادب، اخلاق اور حسین کردار دیکھ کر محمود اس پر فدا ہو گیا۔ سلطان کی اتنی قربت اور شفقت دیکھ کر وزراء اور امراء ایاز پر حسد کرتے تھے۔

ایک دن سلطان محمود نے امراء و وزراء کو آزمایا۔ سب کو اکٹھا کر کے بولے کہ اس پانی کے تالاب میں کپڑوں سمیت اندر جاؤ لیکن یاد رکھنا کہ کوئی بھی کپڑے گیلے نہ کرے۔ فرمان کے مطابق سارے امراء تالاب میں اترے لیکن اپنے کپڑے گیلے ہونے سے بچا نہ سکے۔ سلطان نے ان سے کہا کہ کپڑے کیوں گیلے کئے ہیں؟ تو انھوں نے جواب دیا۔

در میانِ تھرہ دریا بندہ ایم ہاڑی گوئی کہ دامنِ ترکمن رہو شیارِ باش
اے بادشاہ سلامت! ڈالتے ہو پانی میں اور پوچھتے ہو کہ کپڑے کیوں گیلے

یہ کہاں کا انصاف ہے۔ یہ ہی سوال جب سلطان نے ایاز سے پوچھا تو ایاز نے ہاتھ باندھ کر عرض کیا کہ قبلًا غلطی میری ہے۔ سلطان پھر امراء و وزراء سے مخاطب ہوا اور کہا کہ مجھے معلوم تھا کہ جو پانی میں اترے گا اس کے کپڑے ضرور گیلے ہونگے یہ آپ کا امتحان تھا۔ آپ نے اپنا جواب بھی سنا اور ایاز کا بھی جواب سنا۔ آپ نے مجھے قصور وار ٹھرایا لیکن ایاز نے اپنی غلطی محسوس کرتے ہوئے معافی کا طلبگار رہا، یہ ہی سبب ہے کہ ایاز مجھے تم سب سے زیادہ محبوب ہے۔

ایک اہل دل نابین بزرگ

آپ فرماتے تھے کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ حج کے لئے جا رہے تھے۔ آپ کی عادت مبارک تھی کہ دورانِ سفر کوئی اہل دل، اہل نظر بزرگ دیکھتے تھے تو چند گھڑیاں ان کی صحبت میں گزار کر پھر سفر شروع کرتے تھے، اس سعید سفر کے دوران آپ کو ایک اہل دل بزرگ ملے لیکن ظاہری طور پر آنکھوں سے نابین تھے۔

آپ نے بزرگ کو سلام کیا، بزرگ نے آپ کا نام لیکر جواب دیا اور پوچھا کہ بایزید! حج کا خرچہ ننگر میں دے دو کہ فقراء اپنی ضرورت پوری کریں اور آپ چند گھڑیاں میری صحبت میں رہیں۔ آپ کو حج کی سعادت حاصل ہو جائیگی۔ آپ نے مشغولی کا یہ واقعہ اس طرح بیان فرمایا۔

کعبہ را یک بار بیتی گفت یار گفت یا عبدی، مرا خدا بار

اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو صرف ایک ہی بار کہا ہے کہ یہ میرا گھر ہے، جس کی زیارت کیلئے آپ کو اتنی طلب اور تڑپ ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ کا کتنا اعلیٰ مقام اور مرتبہ بیان فرمایا ہے کہ جب بندہ ایک بار اللہ کہہ کر پکارتا ہے تو اللہ کی طرف سے اس کو ستر بار 'لبیک یا عبدی' (میرا بندہ میں حاضر ہوں) کا جواب ملتا ہے۔

بایزید اکعبہ را در یافتی ، صد بھاء عز وافر یافتی

اے بایزید! آپ اتنی عزت و شان والا کعبہ چھوڑ کر اور کسی کعبہ کی تلاش میں ہیں۔ یہ ظاہری کعبہ تو حضرت خلیل اللہ کا تعمیر کیا ہوا ہے، لیکن یہ دل کا کعبہ خود خدا کا تعمیر کیا ہوا ہے اور اس کا گھر ہے۔

دل بدست آور کہ حج اکبر است

از ہزاراں کعبہ یک دل بھتر است

ایک ذاکر دل کی شان حج اکبری سے بھی زیادہ ہے اور ہزاروں کعبوں سے افضل

ہے۔

بے جان اور جاندار کا مقابلہ

آپ فرماتے تھے کہ میں زلیخا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کی سہیلیوں نے ملامت کی کہ اے زلیخا! کیوں پاگل بنی ہو، غلام کی محبت میں نہ صرف مال و ملکیت تباہ کر دی لیکن اپنی عزت و آبرو کو بھی خاک میں ملا دیا۔ یہی صلیب نے ان کو کہا اور کیا ہی خوبصورت جواب دیا۔

جہاد چند دادم، جاں خریدم، بحمد اللہ عجب ارزاں خریدم

میں پاگل نہیں ہوں، پاگل تو آپ ہیں۔ آپ کی نظر میں جو ہیرے، جواہر اور موتی لعل قیمتی اور بے بھانجریں ہیں، میری نظر میں وہ پتھر اور بیکار بیجان چیزیں ہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ میں نے بے جان اور بے کار چیزیں دیکر جاندار چیز خرید لی ہے۔ الحمد للہ! یہ تجارت مجھے بہت سستی پڑی ہے۔

مرشد کامل اور عاشق صادق

رحمہو ر شریف کا دور تھا۔ حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ مجلس میں رونق افروز تھے۔ ایک عاشق صادق مرید پر عشق و مستی کی عجیب کیفیت طاری ہو گئی۔ فقیر محبوب کے چہرے انور کی طرف دیکھ کر اپنے عشق کا اظہار اس طرح کیا کہ اے میرے محبوب! آپ کی میٹھی مسکراہٹ اور چمکتی پیشانی نے فقیروں کے دل موہ لیے ہیں۔ آپ کے جڑواں ابرو عاشقوں کی عبادت کے محراب ہیں۔ آپ کی سرمائی آنکھوں نے تو فقیروں کو مست بنا لیا ہے۔

محبوب، اپنے عاشق کو دیکھتے رہے اور اس کے عشق و مستی کی باتیں غور سے سنتے رہے۔ آخر میں آپ نے فرمایا فقیر! افسوس!! تم نے میرا پیر نہیں دیکھا۔ اگر میرا پیر دیکھتے تو تمہارے پیر جیسے کئی پیر، میرے پیر کے سلامی اور در کے در بان تھے۔

فقیر پھر اٹھا اور ہاتھ ادب کے باندھ کر عرض کیا کہ قبل! آپ کی بات صحیح ہے، لیکن پیر ہر ایک کو اپنا پیارا ہے۔

بس محبوب کا چہرہ مبارک گلاب کے پھول کی مانند کھلتا گیا مسکرا کر فرمایا فقیر! تو بھی حج کہہ رہا ہے۔

مرید صادق اور عقیدت کا اظہار

آپ نے فرمایا کہ ایک بلوچ حضرت خواجہ محمد سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کا مرید اور حضرت پیر قریشی رحمۃ اللہ علیہ کا پیر بھائی تھا۔ بلوچ بیچارہ سیدھا سادھا بہت نوافل، ورد و وظائف اور محنت و مجاہدہ کرنے والا شخص تھا۔ صرف پانچ دقت نماز ادا کرتا، ذکر میں مصروف اور ہر دقت پیر کی محبت میں مست رہتا تھا لوگ جب اس کو کہتے تھے کہ تمہارا پیر بھائی (حضرت پیر قریشی رحمۃ اللہ علیہ) کیسے شان والا ہے اور تمہارا یہ حال ہے۔؟ بلوچ ان کو یہی جواب دیتا تھا کہ افسوس! آپ نے میرا پیر نہیں دیکھا، اگر دیکھتے تو مجھے یہ کبھی بھی نہیں کہتے۔ اللہ کی قدرت کہ وصال کے وقت بلوچ کو سکرات ہو گئی، جس کی تکلیف اس کی بوڑھی ماں سے برداشت نہ ہو سکی۔ اس کی ماں حضرت پیر قریشی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئی اور عرض کی کہ قبلہ! حضرات پیرانِ کبار میں اتنا اعتقاد، محبت اور پھر بھی سکرات کی تکلیف۔

حضرت صاحب اس بلوچ کے پاس آئے اور چار پائی کے سرہانے بیٹھتے ہی چادر اوڑھ کر مراقبہ میں حضرات پیرانِ کبار کی طرف متوجہ ہوئے۔

مراقبہ میں دیکھا کہ حضرت حاجی دوست محمد قدحاری رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہیں۔ سفید پوشاک، سفید چادر، قد آور جوان، مضبوط جسم، ہاتھ میں عصا مبارک، فرما رہے ہیں کہ اے قریشی! ہم سے شکایت کیوں؟

”ہرچہ خورد بخورد، اما ایمان سلامت برد“۔ جو کچھ ہونا تھا ہو گیا۔ اب اس فقیر کا خاتمہ ایمان پر ہو رہا ہے۔ حضرت صاحب نے جیسے ہی چادر مبارک اتاری تو دیکھا کہ فقیر نے کلمہ پڑھا اور اللہ اللہ کرتے ہوئے وصال ہوا۔

یہ واقعہ تقریباً 1955ء کا ہے، جس وقت میری عمر چھوٹی تھی، عربی فارسی نہیں جانتا تھا۔ حضرت قبلہ سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ قبلہ! حضرت پیر منشا رحمۃ اللہ علیہ نے دورانِ تقریر یہ فارسی عبارت پڑھی تھی، وہ لکھ کر دیں۔ آپ نے بڑی محبت اور شفقت سے کاغذ پر وہ مذکورہ فارسی الفاظ لکھ دیئے۔

قال اور حال کا مناظرہ

آپ فرماتے تھے کہ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ ایک عالمِ دین اور عاشقِ رسول تھے۔ آپ کی تصنیفات فارسی اور عربی میں آج بھی دینی مدارس میں پڑھائی جاتی ہیں۔ آپ

اصلاحِ باطن، تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کیلئے اُس دور کے بزرگ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کی صحبتِ بابرکت میں گئے جو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے سالار تھے۔

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ آپ کے دروازہ پر دربان کی صورت میں ایک فقیر کھڑا ہے۔ آپ کو اس وقت ہی ایک خدشہ پیدا ہوا کہ یہ کیسے مردِ کامل ہے کہ جن کے دروازوں پر بادشاہوں کی طرح دربان کھڑے ہیں۔ آپ نے اس فقیر کو بزرگ کے لیے ایک پیغام دیا کہ دروازہ پر جامی کھڑا ہے۔

اجازت ملنے پر آپ جب کمرہ میں داخل ہوئے تو دیکھا سبحان اللہ! کمرہ میں بحرینِ قالین اور غالیچے سجائے ہوئے تھے اور چاروں طرف خوبصورت دلکش ریشمی محفل کے طول تکیہ رکھے ہوئے تھے۔ مولانا کے دل میں اور بھی خیالات اور خطرات بڑھنے لگے اور دل میں خیال آیا کہ یہ مردِ کامل نہیں ہو سکتے جن کے پاس ایسا شاہانہ محفل ہے۔

کچھ دیر بعد احوال بتائے بغیر اجازت لی۔ بزرگ نے فرمایا کہ مولانا کھانا کھانے بغیر اجازت لینا مردت کے خلاف ہے۔ فقیرانہ لنگر تیار ہے۔ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے سوچا کہ باطن کی پاکائی اور صفائی کیلئے برکت کی خاطر لنگر میں سے دو چار نوالہ تناول کئے جائیں تو بھتر ہوگا۔ اتنے میں کئی قسم کے طعام آ گئے۔ مولانا صاحب تو پہلے سے ہی اعتراضات سے بھرپور تھا اور پر سے ایسے شاہانہ طعام دیکھ کر دل ہی دل میں یہ مصرع پڑھی کہ ”نہ مرد آں کس کہ دنیا دوست دارد“۔ (وہ مردِ کامل ہی نہیں جو دنیا کو اتنا دوست رکھتے ہیں)۔ بس دو چار نوالے کھا کر رخصت لی اور گھر کو روانہ ہو گئے۔

اسی رات کو خواب میں دیکھا کہ قیامت کا میدان ہے، نفسا نفسی کا جہاں ہے۔ اور اتنے میں ایک قرضدار نے مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ آپ کی طرف میرا قرضہ ہے جو مجھے واپس کریں۔ فرمایا کہ یہ دنیا کا معاملہ تھا اور دنیا میں ہی لے لیتے۔ اس وقت تو میں خود پریشان ہوں۔ اس شخص نے کہا کہ یہ فکر تو آپ کو ہی کرنا تھا، میں فکر مند کیوں رہوں۔ مجھے یقین ہے کہ قیامت کے دن قرض کے عوض اس شخص کی نیکیاں ملیں گی۔ مولانا اس پریشانی کے عالم میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بزرگ جماعت کے ساتھ آرہے ہیں۔ قریب آنے پر پہچانا کہ یہ وہی بزرگ ہیں جن کے ساتھ دنیا میں دو چار لمبے گزارے تھے۔

بزرگ نے فرمایا کہ مولانا! کیوں پریشان ہو؟ مولانا نے بزرگ کو قرض والا پورا قصہ سنا دیا۔ بزرگ نے مولانا کو اشدہ کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ مرنے کا ڈھیر ہے، اس میں سے کچھ اس کو دے دو۔ اتنے میں مولانا خواب سے بیدار ہو گئے۔

صبح کو سیدھے بزرگہ کے پاس آ کر بیعت کیلئے عرض کی، بزرگہ نے بیعت کے بعد فرمایا کہ آپ پہلے بھی آئے تھے اور شعر کا کون سا مصرعہ پڑھا تھا۔ عرض کیا کہ ”نہ مرد آنکس کی دنیا دوست دارو“۔ بزرگہ نے رات والے خواب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اب شعر کو پورا کرو۔ مولانا نے عرض کیا کہ ”اگر دارو برائے دوست دارو“۔ (اگر دنیا کو دوست رکھتے ہیں تو وہ بھی دوستوں کی ضرورت کی خاطر) حضرت مولانا جانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں کتاب ’تختہ الاحرار‘ تصنیف کی ہے۔ حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ اکثر دورانِ تقریر مولانا جانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھتے تھے۔

رستن ازیں پردہ کہ برجان تست، بے مدد پیر نہ امکان تست
(میرے بھائی! آپ کے دل پر غفلت کے پردے پڑ چکے ہیں۔ پیر کامل کی مدد کے بغیر ان پردوں اور حجابات کا ہٹنا بہت مشکل ہے)۔

محبت کا عجیب میلاپ

آپ فرماتے تھے کہ قمری پرندہ، سروء کے درخت پر عاشق ہوتا ہے۔
ایک دن ایک شکاری نے قمری کو پکڑا اور جب اس کو ذبح کرنے لگا تو قمری پرندہ نے رو کر شکاری کو عرض کیا۔

قمری بزمِ کار، صیاد گفت مُرد

در شاخ سروء سازی، سخ و کباب ما

اے میرے آقا، اے میرے مالک! تمہیں اجازت ہے، مجھے بیشک ذبح کر کے کھاؤ۔ لیکن میری عرض ہے کہ جب مجھ سے کباب بنانے لگو تو خدا را سروء کے درخت کی لکڑی کو سخ بنا کر اس میں پکانا، اس لیے کہ مرنے کے بعد بھی میں محبوب سے جدا نہ ہو سکوں اور اس کے ساتھ ہی رہوں۔

محبت اور غیرت کا مقام

آپ نے دورانِ تقریر ایک عجیب و غریب واقعہ بیان فرمایا کہ ایک مست فقیر تھا جو شکر (چینی) کی تھیلی پیٹھ پر رکھ کے بازار میں گھومتا پھرتا تھا۔ جو بھی آدمی اللہ کا نام لیتا تھا تو وہ فقیر ان کو چینی کھلاتا تھا۔ شکر کی لالچ میں شہر کے لوگ، خاص طور پر چھوٹے بچے فقیر کو

دیکھ کر زور سے اللہ اللہ پکارتے تھے تو فقیر ان کو شکر کھلاتا تھا۔
دو تین مہینوں تک تو لوگ شکر کھاتے رہے۔ جس کے بعد فقیر نے ایک مرنٹا ڈنڈا
کا نمہ پر رکھا اور بازار میں چکر لگاتا رہا۔ شہر کے بچے جو شکر کھانے کے عادی تھے، فقیر کو
دیکھ کر شکر کی لالچ میں اللہ اللہ کہنے لگے تو فقیر نے انہیں ڈنڈے مارنے شروع کر دیئے آخر
لوگوں نے اللہ اللہ کہنا چھوڑ دیا۔

حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ابتدا میں فقیر پر محبت کا غلبہ تھا اور محبت کا
یہ تقاضا ہوتا ہے کہ میرے محبوب کا نام ہر زبان پر ہو۔ اس لئے جو بھی فقیر کے محبوب (اللہ)
کا نام لیتا تو اس کو شکر کھلاتا تھا۔

آخر میں فقیر پر غیرت کا غلبہ آ گیا اور غیرت کا تقاضا یہ ہے کہ میرے محبوب کا نام
میرے سوا کوئی نہ لے۔ وہی سبب تھا کہ جو فقیر کے محبوب (اللہ) کا نام لیتا تھا اس پر فقیر کا
ڈنڈا برستا تھا۔

عاشق صادق کی آخری آرزو

تقریباً 1960ء کا واقعہ ہے کہ حضرت قبلہ سوہتا سائیں رحمۃ اللہ علیہ نے کراچی
سے ایک ٹیپ رکارڈ اس مقصد کیلئے خریدا کیا کہ حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کے دلنواز خطابات
رکارڈ کیے جائیں اس ٹیپ رکارڈ میں بارہ گفتگوں کی پہیوں والی ٹیپ استعمال ہوتی تھی۔ آپ
جب حویلی مبارک میں پہنچے تو مولانا غلام فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ (حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ
علیہ کے داماد اور صاحبزادہ محمد دیدہ دل صاحب کے والد ماجد) کو فرمایا کہ وہ پہیوں والی مشین
کیسی تھی؟ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ قبلا! اس کو ٹیپ رکارڈ کہتے ہیں، اس کے ذریعے
تقریر کرنے والے کی آواز رکارڈ کی جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ مشین اندر لیکر آؤ اور
ہمیں چلا کر دکھاؤ۔ سبحان اللہ! حضرت صاحب نے اپنی میٹھی اور من لبھانے والی آواز سنئی۔
آپ جب نماز کیلئے مسجد میں تشریف لائے تو نماز سے فارغ ہو کر فرمایا فقیر! اگر
یہ مشین میرے حیر و مرشد کے زمانے میں ہوتی تو ہزاروں روپے خرچ کر کے بھی یہ مشین
ضرور خرید کرتے اور آپ کو اپنے مرشد کی میٹھی آواز ضرور سناتے۔

وہ اصل ٹیپ رکارڈ حضرت قبلہ سائیں مدظلہ العالی کے پاس محفوظ ہے۔

(ٹیپ رکارڈ کی تصویر اور عکس اس کتاب کے آخری صفحات پر ہے)

باب چوتھا

(مرشدِ مریدی کے ساتھ سعید سفر)

(سرہند شریف کا سفر)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ

آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ ”سرہند شریف بہت بڑا اور بادشاہی شہر ہے، جس کے چاروں طرف سترہ بستیاں ہیں جن کو عام طور پر بستی یا گاؤں کہا جاتا ہے، وہ گاؤں بھی ہمارے شہر دل جتنے بڑے ہیں۔“

بادشاہ جب سرہند شریف کے قلعہ کی بنیاد رکھ رہے تھے تو مزدوروں سے بیگار میں کام کرانا شروع کیا۔ ہزاروں مزدوروں اور کاریگروں نے کام شروع کر دیا۔ صبح سے شام تک زور شور سے کام چلتا رہا۔ خدا کی قدرت کہ دوسرے دن صبح کو دیکھا گیا کہ ساری دیواریں گری ہوئی ہیں۔ یہ حالت کافی دنوں تک رہی جس کا سبب کوئی بھی نہیں سمجھ سکا۔ آخر ناامید ہو کر بیروں فقیروں کی درگاہوں کی طرف دعاؤں کے لئے دوڑتے رہے۔ چلتے چلتے جب حضرت مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ تم نے ہمارے ایک دوست کو تکلیف دی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے۔ بزرگ سے اس کا نام و نشان معلوم کر کے جب واپس مزدوروں کے پاس پہنچے تو حضرت شاہ شرف الدین بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ مزدوروں کے ساتھ ایٹیں اٹھا رہے تھے۔ ابھی اینٹ دیوار پر رکھی ہی تھی کہ بادشاہ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور نام پوچھا۔ آپ نے بتایا کہ میرا نام بوعلی ہے۔ بادشاہ اس کے قدموں پر گر پڑا اور بے ادبی اور گستاخی کی معافی مانگی، جس کے بعد وہ قلعہ تعمیر ہوا۔

حضرت پیر منشا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دیکھو! حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے بظاہر کوئی بددعا نہ دی بلکہ سارا دن مزدوروں کے ساتھ کام کرتے ہوئے، اپنے جسم کو مٹی اور گارے میں ملا کر رات کو آرامی ہوتے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کی یہ تکلیف بھی برداشت نہیں کر سکا۔

حضرت پیر منشا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ الحمد للہ! اس فقیر نے بھی حضرت پیر قریشی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اس مقدس مقام سرہند شریف کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔
 ”بوسہ بر مزار شریف حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ بدادند“۔ حضرت پیر قریشی رحمۃ اللہ علیہ جب سرہند شریف پہنچے تو آپ نے نہایت ادب و احترام سے حضرت امام ربانی کے مزار پر انوار کو بوسہ دیا۔

”غلاف بر مزار شریف سرہند بدست خود درست فرمودند“۔

حضرت پیر قریشی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دست مبارک سے غلاف مبارک کو درست کر کے رکھا۔
 (حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی مزار کی تصویر اس کتاب کے آخری صفحات پر ہے)۔
 (قلمی بیاض)

(لاہور کا سفر)

حضرت داتا گنج بخشؒ

آپ نے تحریر فرمایا کہ حضرت صاحب سرہند شریف سے لاہور آئے۔ اس وقت نماز عصر کا وقت قریب تھا۔ آپ نے فرمایا کہ جماعت وضو کر کے مسجد میں جائے اور حضرت صاحب، حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر گئے۔ کافی دیر کے بعد واپس آئے، جماعت آپ کے انتظار میں تھی۔ نماز کے بعد حضرت صاحب نے فرمایا کہ ہم نے جب داتا صاحب کے مزار پر مراقبہ کیا تو آپ نے ابتدائی زندگی کے بارے میں کچھ بتا کر نصیحت کی ہی تھی کہ فرمایا کہ عصر کی نماز کا وقت تنگ ہو رہا ہے، جماعت آپ کے انتظار میں ہے۔ اس لئے آپ کو اجازت ہے۔ آپ کو جو نصیحت حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے سرہند شریف میں کی تھی، میری نصیحت بھی وہی ہے۔

حضرت پیر قریشی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر مراقبہ کیا تو آپ نے مرشدانہ نصیحت فرمائی۔ جب لاہور میں حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر مراقبہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں وہی نصیحت کرتا ہوں جو آپ کو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تھی۔ سبحان اللہ! کہاں لاہور اور کہاں سرہند شریف، اللہ والوں کی باطنی نظر کتنی تیز ہے۔

(حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مزار کی تصویر اسی کتاب کے آخری صفحات پر ہے)

(قلمی بیاض)

(دہلی کا سفر)

حضرت خواجہ نور محمد بدایونیؒ

آپ نے تحریر فرمایا کہ دہلی کے سفر کے دوران ایک جگہ حضرت خواجہ نور محمد بدایونیؒ کا مزار تھا۔ حضرت صاحب نے دل میں ارادہ کیا کہ بزرگ کو ختم شریف بخش کر رات کو دہلی میں حضرت محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ مبارک پر رہینگے دوران مراقبہ حضرت خواجہ نور محمد بدایونیؒ نے فرمایا کہ ”ہم شاید مسکین ہیں کہ آپ ہمارے پاس رات کو نہیں ٹھہرتے۔“ ان الفاظ میں خبر نہیں کیا اثر تھا، حضرت صاحب نے رات کو جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور وہ رات بزرگ کے پاس ٹھہر گئے۔

حضرت پیر قریشی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ”جو مہربانی اور فیوض و برکات کی بارش حضرات پیران کبار کی طرف سے اس ایک رات میں ہوئی وہ کبھی زندگی میں نہیں ہوئی۔“ (حضرت خواجہ نور محمد بدایونیؒ کی مزار کی تصویر اسی کتاب کے آخری صفحات پر ہے)۔

(قلمی بیاض)

(دہلی کا سفر)

حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الہیؒ

آپ نے تحریر فرمایا کہ صبح کا وقت تھا۔ جب ہم دہلی پہنچے۔ دیکھا کہ مغل بادشاہ ہمایون کے مقبرہ سے ایک آدی باہر نکلا جو شاید صفائی کے خیال سے اندر گیا تھا وہ بھی حکومت کی طرف سے مقرر تھا۔

دوسری طرف حضرت محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ مبارک سے لوگ چوہنیوں کی طرح آ جا رہے تھے۔

سبحان اللہ! جنہوں نے اپنے رب کو راضی کیا، وصال کے بعد بھی ان کے دروازہ پر ہزاروں سلامی ہیں۔

(قلمی بیاض)

(دہلی کا سفر)

حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ

آپ نے تحریر فرمایا کہ حضرت صاحب، حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر گئے۔ یہ فقیر بھی حضرت صاحب کے ساتھ تھا۔ اچانکہ میرے دل میں خیال آیا کہ اس میں کوئی شک نہیں، اللہ تعالیٰ نے پیٹک بزرگوں کی بڑی شان کی ہے۔ ہر طرح ان کی بزرگی کا احترام ہے۔ لیکن میں یہاں فیض لینے کے خیال اور غرض سے نہیں آیا۔ میرے لئے میرا پیر ہی کافی ہے۔ یہاں صرف اپنے پیر کی اتباع کی خاطر آیا ہوں۔

حضرت صاحب بزرگ کو ختم شریف بخش کر باہر آئے اور ایک فقیر کو خبر لینے کیلئے مزار پر چھوڑ آئے۔ کچھ دیر بعد وہ فقیر آیا۔ دوسری خبر کے ساتھ اس عاجز کے دل کا خیال بھی ظاہر کیا۔ فقیر نے بتایا کہ بزرگ فرما رہے تھے کہ اپنے فقیر کو منع کرو، دل میں یہ کہہ رہا تھا۔ حضرت صاحب فرمانے لگے کہ دیکھو بزرگ یہ بات بھی برداشت نہ کر سکا۔

(قلمی پناض)

(اجمیر کا سفر)

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ

آپ نے تحریر فرمایا کہ حضرت پیر قریشی رحمۃ اللہ علیہ کو حالتِ استغراق میں پوری جماعت کے ساتھ حضرت خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ نے سالانہ عرس مبارک کی دعوت دی۔ اس کے بعد حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی روح مبارک تشریف فرما ہوئی۔ انھوں نے فرمایا کہ آپ کی جماعت مسکین ہے مبارک! ان کو کوئی تکلیف ہو، اس لئے مخصوص جماعت دعوت پر جا سکتی ہے۔

حضرت صاحب نے مذکورہ موقع کیلئے تیاری کی۔ جماعت کافی انداز میں اسٹیشن پر موجود تھی۔

نزول ارواح حضرت خواجہ معین الدینؒ

حضرت صاحب اسٹیشن کے قریب ریت کے ایک ٹیلے پر جا بیٹھے۔ یہ فقیر اور مولوی نذیر احمد صاحب بھی حضرت صاحب کے ساتھ تھے۔ تھوڑی سی دیر میں حضرت

صاحب پر سکر کی حالت طاری ہو گئی، یہ حالت تب ہوتی تھی جب آپ کو حال ہوتا تھا۔
حضرت صاحب نے فرمایا کہ حضرت خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ کی روح مبارکہ
آئی تھی جس نے فرمایا کہ آپ پوری جماعت کے ساتھ آئیں۔ آپ کو کسی قسم کی کوئی تکلیف
نہیں ہوگی۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں، آپ کوئی فکر نہ کریں۔ حضرت صاحب نے اس فقیر کی
طرف دیکھ کر فرمایا کہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خصوصی دعوت دی ہے اور
آنے کی تاکید فرمائی ہے۔

حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”اے غلامِ سب آستانِ فرمودہ کہ در بدست
حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ را غزل تھنیف کن و بوقتِ حضور در گاہ شریف، بخواں، چنیں
کردہ“۔ حضرت پیر قریشی رحمۃ اللہ علیہ نے اس غلام کو فرمایا کہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ
علیہ کی شان میں غزل بنا کر ان کی دربار میں پڑھنا۔ آپ کے فرمان پر اس عاجز نے وہ غزل
آپ کی درگاہ پر اجیر میں پڑھی۔

جماعت اکثر مسکین تھی، تیاری کر کے بھی نہیں آئی تھی۔ اس لیے ایک اسٹیشن کا دو
آنے والا ٹکٹ لیکر گاڑی میں سوار ہو گئے۔ اجیر تک صرف حضرت صاحب کو ٹکٹ تھا۔ وہ
دن اور رات گاڑی میں گزار دی۔ دوسرے روز جالندھر اسٹیشن پر ظہر نماز بڑی جماعت کے
ساتھ ادا کی۔ جب اجیر کے اسٹیشن پر اترے تو بہت لوگ تھے، حضرت صاحب نے فرمایا کہ
دو دو آ دی ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر چلیں۔

پس غائبانہ خواب اندر بشارت:

حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم نے دیکھا عوام کے ساتھ ریلوے کا
پورا عملہ پلیٹ فارم پر قطار باندھے، ہاتھوں میں پھولوں کے ہار لیے حضرت صاحب کے
انتظار میں کھڑے تھے۔ حضرت صاحب جیسے ہی اسٹیشن پر اترے تو ریلوے افسران آپ
سے بڑے ادب و احترام سے ملے اور پھولوں کے ہار پہنائے۔ جماعت کا بھی شاندار
استقبال کیا گیا۔

افسران نے بتایا کہ پچھلی رات خواب میں حضرت خواجہ صاحب کی زیارت ہوئی،
آپ نے فرمایا کہ ہمارے دوست اور جماعت آ رہی ہے، جن پر دستار اور چہرے پر داڑھی
ہوگی۔

حضرت پیر منشا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”واذخارناہ خانقاہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تبرک گھٹا بکر فقیر و نقد نذر گزارند“۔ حضرت صاحب نے درگاہ شریف کے خدام سے پھولوں کی پتیوں کا تبرک لیا اور ان کو نذرانہ کے طور پر نقد پیسے بھی دیئے۔
(حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی تصویر اسی کتاب کے آخری صفحات

پر ہے)

(قلمی بیاض)

نزول ارواح حضرت بلھے شاہؒ

(ایک ہی سفر میں سات اسباق)

حضرت پیر منشا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حضرت پیر قریشی رحمۃ اللہ علیہ کی جماعت میں اکثر حال اور بزرگانِ دین کی ارواح کا نزول ہوتا تھا۔ کبھی کسی فقیر کے روپ میں بزرگوں کی ارواح آتی رہتی تھیں۔ حضرت محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کی روح کا جب نزول ہوتا تھا تو ایک ناخواندہ سادہ فقیر بھی حضرت محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کے کھجے میں اسی شایانِ شان انداز سے عربی زبان روانی سے بولتا تھا۔

آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت پیر قریشی رحمۃ اللہ علیہ گھوڑی پر سوار تھے اور پوری جماعت پیچھے پیدل چل رہی تھی۔ یہ فقیر بھی حضرت صاحب کی جماعت کے پیچھے عشق و مستی میں غزل پڑھتا جا رہا تھا۔ اچانکہ حضرت صاحب نے اپنی سواری روکی اور اس فقیر کو بلایا کر فرمایا کہ مولوی صاحب! حضرت بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی روح آئی تھی اور آپ کی سفارش کرتے ہوئے فرمایا کہ اے قریشی! آپ کا یہ عاشق صادق، دیوانہ مستانہ، جماعت کے پیچھے آ رہا ہے۔ اس کا سبق بڑھائیے۔ سفر بہت طویل اور دور کا تھا۔ وقفہ وقفہ سے حضرت بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی روح آتی رہی اور بار بار اس فقیر کی سفارش کرتی رہی یہاں تک کہ ایک ہی سفر میں حضرت صاحب نے اس فقیر کے سات اسباق بڑھا دیئے۔

سال 2004ء میں جب حضرت قبلہ جن سائیں مدظلہ العالی تبلیغی پروگرام کے دوران پنجاب کے سفر پر روانہ ہوئے تو آپ نے درگاہ مسکین پور شریف میں دورانِ جلسہ مذکورہ واقعہ کی تصدیق فرمائی اور پورا واقعہ بیان فرمایا۔ الحمد للہ اس سعید سفر اور پروگرام میں، میں (بیدار) بھی موجود تھا۔

حضرت بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ سے اتنی عقیدت اور محبت دیکھ کر اس عاجز (بیدار) کے دل میں بھی حضرت بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا ذوق شوق پیدا ہوا۔

الحمد للہ حضرت قبلہ جن سائیں مدظلہ العالی کے ساتھ سفر میں قصور (پنجاب) جانا ہوا۔ حضرت صاحب کی رفاقت میں حضرت بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر ختمہ پڑھ کر آپ کی روح مبارک کو بخشا۔

حضرت بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے قریب بڑے میدان پر عظیم الشان جلسہ کا انتظام تھا۔ پاکستان کے علاوہ متحدہ عرب امارات کے افراد بھی جلسہ میں شریک تھے۔ (حضرت بلھے شاہ کے مزار کی تصویر اسی کتاب کے آخری صفحات پر ہے)

باب پانچواں

(مخالفت، مقبولیت کی علامت)

حضرت پیر منہار رحمۃ اللہ علیہ اکثر دورانِ تقریر یہ شعر پڑھتے تھے۔

ملاستِ صلیقے زنگارِ عشق است ملاستِ شانیہ بازارِ عشق است۔

مخالفت اور ملاست سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ مخالفت وہ رہتی ہے جو عشق کا رنگ اتار کر اسے صاف ستھرا بناتی ہے۔ ملاست عشق کے بازار میں سنگھار کیلئے کنگھی کا کام دیتی ہے۔

حضرت پیر منہار رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض و برکات کی جس طرح موج تھی، مخالفت بھی اسی طرح اوج پر تھی۔ تین طبقوں نے دل کھول کر مخالفت کی۔

ایک زمیندار طبقہ:

جنہوں نے اپنی ہٹ دھرمی اور ظلم سے اصل ذکرِ فقراء کا جینا بھی جنجال کر دیا تھا، فقیروں کی زندگی زھر بنا دی۔ ان کی یہ منہوس سوچ تھی کہ اگر یہ لوگ نیک صالح بن گئے تو پھر ہمارے کسی کام کے نہیں رہیں گے۔ ظلم، زیادتیاں اور جھوٹی گواہیوں، جھوٹی قسموں میں ہمارا ساتھ نہیں دیں گے۔

دوسرا کی پیروں کا طبقہ:

جن کا گذر سفر اکثر مریدوں کے نذرانہ پر ہوتا ہے۔ مرید خادم کو اپنا کھیتی باڑی سمجھتے ہیں۔ انھوں نے سوچا کہ اگر یہ جاہل مرید، قرآن و سنت کے صحیح راستے پر آگئے تو پھر اس نفاسی کے قحط دور میں نذرانہ (حقہ پانی) وغیرہ بند ہو جائیگا اور بنے بنائے مرید منہ موڑ جائیں گے جس سے ہماری دکانداری کو نقصان پہنچے گا۔

تیسرا علماء سوء کا طبقہ:

وہ عالم جن کی آخرت کی طرف توجہ کم ہے، وڈیروں اور امیروں کے سینے سے چپے ہوئے ہیں، خدا کی رضا اور خوشنودی نہیں چاہتے بلکہ ان کو ظاہری شہرت چاہیے۔ ان کی

یہ سوچ تھی کہ علم ہوتے ہوئے بھی اگر ہم نے دین اسلام کی تبلیغ جھوڑ دی تو لازمی طور پر ہماری جگہوں پر بغیر دعوت اور بغیر کراہیہ کے ان پڑھ جاہل لوگ قبضہ کر لیں گے۔ نتیجہ کے طور پر عوام ہم علم والوں کے نہیں بلکہ ان پڑھ واعظین کے ہاتھ چومیں گی اور ہمیں صرف مدرسہ، مسجد اور مصلہ ہی نصیب ہوگا۔

مذکورہ تین طبقوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ حضرت پیر منشا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ”فضلی فیض کی غنیمانی کو مخالف کے کانٹوں کی دیوار دریاہ کی موجوں کو کہاں تک روک سکے گی۔“

بتیس دشمنوں کے بیچ میں

آپ فرماتے تھے کہ زبانِ خفایت نرم و نازک عضو ہے۔ جس کے مقابلے میں دانت بہت سخت اور مضبوط ہیں۔ ایک ہی دانت اگر ناراض ہو جائے تو زبان میں سوراخ کر ڈالے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اس کمزور، ضعیف، ناتوان زبان کو بتیس مضبوط دشمنوں کے درمیان صحیح سلامت اور حفاظت میں رکھا ہے۔ مجال ہے کہ کھانے پینے اور بولنے میں کوئی دانت زبان پر آئے۔

اللہ تعالیٰ نے اس فقیر کو بھی زبان کی طرح دشمنوں کے درمیان سلامت اور محفوظ رکھا ہے۔

ظاہری زندگی میں تو مخالف حضرت پیر منشا رحمۃ اللہ علیہ کے بال کو بکا بھی نہ کر سکے لیکن وصال کے بعد بھی حضرت صاحب پر ان بزدلوں کے کیس تھے۔

مہندی اور محبوب کے ہاتھ پاؤں

آپ دورانِ تقریر اکثر یہ مثال دیتے تھے کہ فقیر! مہندی کو دیکھو! اس کے چوں کو جلتی ہوئی دھوپ میں خشک کیا جاتا ہے۔ جس کے بعد پتھروں میں پیس کر باریک کیا جاتا ہے۔ آخر میں اس کو پانی میں ڈال کر رکھا جاتا ہے کہ اس کا رنگ چڑھے۔ اتنی تکالیف برداشت کرنے کے بعد ہی محبوبوں کے ہاتھ پاؤں پر لگنے کے قابل بنتی ہے۔

پیالہ اور محبوب کالب مبارکہ

آپ فرماتے تھے کہ پیالہ دیکھو! کہہار مٹی کو کافی دن پانی میں ڈال کر نرم کرتا ہے۔ بعد میں مٹی کو ہاتھ پاؤں سے گوندھتا ہے۔ آخر میں چاک پر چڑھا کر حقّی سے اسے مار پیٹ

کر پیالہ تیار کرتا ہے۔ جس کو تپتی ہوئی دھوپ پر رکھ کر خشک کرتا ہے اور پھر آگ میں ڈال کر پکاتا ہے۔ اتنی ساری تکلیف برداشت کرنے کے بعد ہی محبوب کے لب پر لانے کے لائق بنتا ہے۔

کنگھی اور محبوب کے زلف

آپ فرماتے تھے کہ کنگھی سے سبق سیکھو! اس کے بید روی سے گھاؤ اور زخم دیکھو! پیٹ کو چیرا جاتا ہے۔ اتنی تکالیف برداشت کرنے کے بعد ہی وہ محبوب کے زلفوں میں جاتی ہے اور عشق کے بازار میں محبوب کے ہار سنگھار کا کام کرتی ہے۔

باب چھٹا

(شریعت اور طریقت کا مقام)

قلبی کیفیت اور شریعت کا احترام

حضرت پیر مشا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ فقیر پور (پنجاب) میں حضرت پیر قریشی رحمۃ اللہ علیہ کوئی نصیحت فرما رہے تھے تو فقیر نے دیکھا کہ آپ کا چہرہ مبارک نورانی بن گیا آنکھیں ہلکل لال ہو گئیں۔ تقریر پر جوش اور پُر اثر تھی، الفاظ شیریں تھے جو سننے والوں کے دلوں کو راحت بخش رہے تھے۔ اچانک دورانِ کلام آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے۔ من رآنی فقد رآی الحق (جس نے مجھے دیکھا، گویا اسنے خدا کو دیکھا) جب آپ کے مزاج ٹھنڈے ہوئے اور جنون کی کیفیت دور ہوئی تو آپ نے فقیر سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ مولوی صاحب! معاف فرمائیے گا مجھ سے یہ الفاظ بے اختیار نکل گئے۔ اس فقیر نے مسکراتے ہوئے عرض کیا کہ قبلًا! کیا ہوا؟ آپ نے تو حدیث مبارکہ پڑھی ہے، جس کی ظاہری طور پر تاویل کی کوئی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آپ اسی دعویٰ کے مدعی نہیں۔ آپ سنت کی پیروی کی تاکید فرماتے ہیں۔ آپ پر کبھی کبھی بڑی بڑی وارداتیں اور عجیب و غریب کیفیات طاری ہوتی ہیں، اس کے باوجود بھی آپ لغزش سے بچتے ہیں، یہ آپ کی بڑی استقامت ہے۔

(قلبی بیاض)

شریعت مقدس پر قوالی قربان

آپ فرماتے تھے کہ ابتداء میں مجھے قوالی سننے کا بہت شوق تھا کیونکہ قوالی سننے سے ذکر میں لذت پیدا ہوتی تھی۔

ایک مرتبہ حضرت صاحب کی شہر جالندھر میں دعوت تھی۔ جہاں اس عاجز نے جماعت سے چھپ کر قوالی سنی۔ یہ خبر جب میرے دوستوں کو ہوئی تو انھوں نے حضرت صاحب سے میری شکایت کر دی۔ حضرت صاحب نے مجھے بلوا کر سب دوستوں کے آگے یہ شعر پڑھا۔

زندہ دلائلِ شنیدنِ رواست ہر کہ جنسِ نیتِ شنیدنِ خطا است
(جس کا دل اللہ کے عشق و محبت سے سرشار ہے اس کو سننا جائز ہے اور جو ابھی اس حالت تک نہیں پہنچا ان کو سننا گناہ ہے)۔ میرے دوست تو حضرت صاحب کا یہ جواب سکر لا جواب ہو گئے اور جب میں اکیلا رہ گیا تو آپ نے مجھے نصیحت فرمائی کہ ”مولوی صاحب! دراصل قوالی سننے سے ذکر والے کو راحت ہوتی ہے اور عشق کی آتش تیز ہوتی ہے۔ لیکن علم والے کا یہ عمل جاہلوں کے لئے حجت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس دن کے بعد پھر قوالی نہیں سنی اور ساز و سرود سے نفرت ہو گئی۔

(قلمی بیاض)

عشق و مستی کی عجیب حالت

آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت سید قریشی رحمۃ اللہ علیہ نے فجر کی نماز پر آنے میں کچھ دیر لگا دی۔ مولویوں نے تو اپنی نماز ادا کر دی۔ اس فقیر نے دل میں یہ پکا عزم کیا کہ نماز پیر کے پیچھے ہی پڑھنی ہے۔ حضرت صاحب آئے اور اس فقیر نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔

سن 2004ء میں حضرت قبلہ بن سائیں مدظلہ العالی نے پنجاب کے تبلیغی سفر کے دوران درگاہ مسکین پور شریف میں تقریر کرتے ہوئے مذکور واقعہ بیان فرمایا۔ یہ عاجز (بیدار) بھی پنجاب کے اس سفر میں شامل تھا۔

پیرو مرشد کے درگاہ کے آداب

حضرت سیدنا رحمۃ اللہ علیہ یہاں تک ادیب تھے کہ پیر کی درگاہ پر کبھی بھی نعلین نہیں پہنی۔ پیشاب اور قضا حاجت کے لئے درگاہ سے بہت دور چلے جاتے تھے۔ نہ صرف یہ بلکہ درگاہ کی زمیں سے طہارت کے لئے مٹی کے ڈھیلے بھی استعمال نہیں کرتے تھے۔ سندھ سے کئی لوگ جماعت میں آپ کے ساتھ آتے تھے لیکن کیا محال کہ درگاہ پر پہنچنے کے بعد کوئی آپ کی جوتی اٹھا کر رکھے۔ اپنا کوزہ بھی خود بھرتے تھے۔ درگاہ پر آپ اس طرح آزار دہتے تھے جیسے کسی کو جانتے ہی نہیں۔ درگاہ پر زیادہ باتیں کرنے سے گریز کرتے تھے نہ صرف یہ بلکہ آپ کے ساتھ آئی ہوئی جماعت کو بھی تاکید فرماتے تھے کہ یہ پیر کی درگاہ ہے۔ یہاں فضول باتیں چھوڑ کر ہر وقت فیوض و برکات کا منتظر رہنا چاہیئے۔

حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ جماعت کو نصیحت فرماتے تھے کہ ہمارا یہاں آنا پیر کی رضا ہے۔ اس لئے کسی قسم کی شکوہ شکایت نہیں ہونی چاہئے۔ لنگر سے روٹی ملے تو کھاؤ ورنہ مانگو نہیں۔ جماعت نے اس طرح کر کے دکھایا، کچھ مواقع پر اپنی روٹی خود پکائی گئی۔ ہر معاملہ میں پہلے خود عمل کر کے دکھاتے تھے۔

ایک مرتبہ کوئی کھانے کی چیز لنگر میں ملی تو حضرت صاحب نے لاگری سے کہا کہ کھانے کی چیز کم ہے اور جماعت بڑی ہے۔ اس لئے یہ چیز مولویوں میں تقسیم کی جائے۔ لاگری نے جماعت سے کہا کہ میں سب کو نہیں پہچانتا اس لئے جو مولوی حضرات ہیں وہ ہاتھ اوپر اٹھالیں۔ سب نے ہاتھ اوپر اٹھالیے لیکن حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ نے ہاتھ نہیں اٹھایا۔ لاگری صاحب تو آپ کو جانتا تھا۔ جب سمجھو تقسیم کرتے ہوئے آپ کے نزدیک گذرا تو لاگری نے کہا آپ نے ہاتھ کیوں نہیں اٹھایا؟ آپ نے کہا کہ حکم مولویوں کیلئے تھے۔ میں مولوی نہیں ہوں، یہاں پیر کی درگاہ پر طالب بن کر سیکھنے آیا ہوں۔ جب تک علم، عقل، حسب و نسب کی نفی نہیں کریں گے تب تک باطنی نعمت حاصل کرنا مشکل ہے۔

بے ادبی چھوٹی اور نقصان بڑا

سن 1953ء میں جب میں پہلی بار جمعہ کے روز درگاہ رحمتہ و شریف پہنچا تو خیر پور میرس کا مرحوم ماسٹر رحمۃ اللہ وغیرہاں تقریر کر رہا تھا۔ دورانِ تقریر بڑے جذبہ و جنون اور عشق و مستی میں غزل پڑھ رہا تھا۔ رانی پور کی طرف اس خلیفہ کی کافی جماعت تھی۔ رانی پور کے قریب علی بحر میں حاجی سولنگیوں کا گاؤں تھا، جہاں پر حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ، حاجی محمد بخش سولنگی (حاجی محمد مشتاق کے والد) کی دعوت پر گئے تو اس علاقہ کا خلیفہ مولوی رحمۃ اللہ نہیں تھا۔ آپ نے جب اس کے بارے میں پوچھا تو جماعت نے بتایا کہ قبلہ! قریب ہی ایک گاؤں میں ہر مہینہ کی سولھویں ہوتی ہے، وہاں گیا ہے، صبح سویرے آجائے گا۔ آپ نے دکھ اور رنج کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ”پیر یہاں بیٹھا ہے اور خلیفہ سولھویں کے جلسہ کر رہا ہے۔“ اس بے ادبی کا نتیجہ یہ ہوا کہ خلیفہ رحمت اللہ نے جماعت چھوڑ دی اور جماعت نے بھی اسے چھوڑ دیا۔ تنہا روتا پھرتا رہا، جس کے بعد پھر کبھی بھی درگاہ رحمتہ و شریف نہیں آیا۔ یہ عاجز (بیدار) بھی حضرت صاحب کے ساتھ اس سفر میں تھا۔

وصال کے وقت ماسٹر صاحب کو سکرات کی تکلیف ہوئی۔ اپنے خاص آدمی کو خط دیکر حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف روانہ کیا۔ خط میں بہت پشیمانی اور پریشانی تھی اور رحم کے ساتھ معافی کیلئے بھی عرض کیا تھا۔

حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ نے خط باہر جماعت میں پڑھا اور ماسٹر رحمۃ اللہ پر بہت رحم آیا، آپ نے فرمایا کہ اس سے جو بھی بے ادبی ہوئی ہے، یہ عاجز دل و جان سے معاف کرتا ہے اور جماعت کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ سب مل کر فقیر کی حق میں دعا مانگو کہ اللہ تعالیٰ اس کی سکرات آسان کرے اور ان کا ایمان پر خاتمہ ہو۔

وہ آدمی جب واپس ماسٹر رحمۃ اللہ کے پاس پہنچا تو حضرت صاحب کا مکمل احوال سنایا۔ ماسٹر صاحب محبوب کے جواب کا منتظر تھا، خوشخبری ملتے ہی زار و قطار روتے ہوئے کلمہ پڑھا اور اللہ اللہ کرتے ہوئے، اس کی روح پرواز کر گئی۔ اللہ و اللہ الیہ راجعون۔

حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حضرت پیر قریشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ قلب پر ہماری انگلی لگی ہوئی ہے، انشاء اللہ تعالیٰ اس شخص کا خاتمہ ایمان سے ہوگا۔

باب ساتواں

ملفوظات غفاریہ

حضرت خواجہ پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کی اکثر تقاریر کا مقصد یہی رہا ہے کہ دینی خواہ وینوی معاملات میں ”اللہ کے واسطے محبت اور اللہ کے واسطے بغض رکھو“ آپ نے اپنی جماعت میں اخوت، محبت، تعلقات اور غیر تعلقات کی بنیاد بھی فقط دین الہی کو قرار دیا ہے۔

دین کی خاطر دوستی

آپ فرماتے تھے کہ عزازت و قربت، یاری اور دوستی اس سے ہو سکتی ہے جو اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانبردار ہو۔ جس نے شریعت مقدس سے منہ موڑا، اس سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں، چاہے ظاہر میں اس سے خوں کا رشتہ کیوں نہ ہو۔ سب سے رشتہ اللہ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، جس کی بنیاد پر برادری کا دار و مدار ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نافرمانوں سے باز آجائیں، نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں تو پھر آپ کے دین کے بھائی ہیں۔“ (سورۃ التوبہ)

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات کا نام ہے، جس میں پیدا ہونے سے مرنے تک زندگی کے سارے قوانین آجاتے ہیں۔ اس کیلئے ایک ایسی جماعت یا گاؤں ہونا چاہئے جس میں صرف خداوندی کی بالادستی ہو، کوئی کام بھی شریعت کے خلاف نہ ہو، تنازعات کی صورت میں اپنا ہر معاملہ شریعت کے حوالے کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ”اگر آپ کا کسی بات پر اختلاف ہو تو اس معاملہ کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کیا کرو۔ اگر آپ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو یہ بات آپ کے لئے بھتر ہے اور اسی کا انجام بھتر ہے (سورۃ النساء)۔“

اس مقصد کو مد نظر رکھتے ہوئے آپ نے سندھ میں بہت سارے ایسے گاؤں کی بنیاد رکھی جن میں کوئی بھی ایسا قانون رائج نہیں تھا جو خلاف شرع ہو۔

مثلاً **دین پور شریف** (دادو) اور **رحمتپور شریف** (لاڑکانہ)

وغیرہ آپ فرماتے تھے کہ ایمان والا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نافرمان سے کبھی بھی دوستی نہیں کر سکتا۔ آپ نے کبھی طوطے کو کوؤں کے ساتھ بیٹھتے ہوئے دیکھا ہے؟ پرندوں کو بھی جب اپنی مخالف جنس سے اتنی نفرت ہے تو حضرت انسان جو اشرف المخلوقات ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ نے خاص اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے، اس کو خدا کے نافرمان ہندوں کے ساتھ زندگی گزارنے میں بھلا کیا مزہ آتا ہے۔

کدھم جنس باہم جنس پرواز کیوتر باکیوتر، زراغ بازارغ
(ہر کوئی اپنی جنس کے ساتھ اڑتا ہے، کیوتر، کیوتر کے ساتھ اور کوا، کوا کے ساتھ اڑتا ہے)

غیرت، ایمان کی علامت

غیرت، مرد کا نشان اور مردانگی کا جوہر ہے۔ مرد تو غیرت پر جان قربان کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا۔ دنیا کے سارے ناطے اور تعلقات عارضی ہیں۔ ہمیں جب فانی رشتوں اور دوستیوں پر اتنی غیرت اور غصہ آتا ہے کہ ہم ان رشتوں کی خاطر لاکھوں روپے ضائع کر سکتے ہیں اور تھکا بھی برداشت نہیں کر سکتے تو پھر اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا رشتہ جو کہ حقیقی رشتہ ہے، روح کا رشتہ ہے، اس کے خلاف گستاخی، توہین اور بے ادبی کیسے برداشت کر سکتے ہیں۔

ایمان، نام ہی غیرت کا ہے۔ صحابہ کرام کی پوری زندگی ایمانی غیرت کا مجسمہ ہے۔ انھوں نے اپنے اوپر سب کچھ برداشت کیا لیکن اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی کسی بھی قیمت پر برداشت نہیں کی۔ کیونکہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دنیا کے سارے رشتے اور ناطوں سے اعلیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے غیور مسلمانوں کی شان اس طرح بیان فرمائی ہے۔

”اے محبوب! جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، ان کو ایسے لوگوں کے ساتھ دوستی رکھتے ہوئے نہیں دیکھو گے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہیں۔ چاہے وہ ان کے ماں باپ، بھائی اور عزیز واقارب کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے دل میں ایمان رکھ دیا ہے“ (الحجۃ ۱۷)

آپ فرماتے تھے کہ نیک عمل کے سوا ظاہری حسب و نسب کوئی نفع نہیں دیتا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ میں آنکھوں والوں کیلئے عبرت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

”نوح (علیہ السلام) نے اپنے رب کو پکارا اور عرض کیا کہ اے میرے رب، میرا یہ بیٹا میرے گمراہوں میں سے ہے اور تمہارا وعدہ بالکل سچا ہے اور تم بڑی قدرت والے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نوح یہ تمہارے اہل و عیال میں سے نہیں ہے کیونکہ اس کے عمل غیر صالح ہیں۔ اس لئے ایسی چیز نہ مانگو جس کا تمہیں علم نہ ہو“ (ہود)۔

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد + فدائے یک تن بیگانہ کہ آشنا باشد
(ہزاروں ایسے اپنے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بیگانہ ہیں، اس ایک اجنبی پر قربان کر دوں جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ماننے والا ہو)۔
آپ نے فرمایا کہ زبانی اقرار کرنا آسان ہے لیکن اس پر عمل کر کے دکھانا بہت مشکل ہے۔ وہ بھلا کونسا مسلمان ہے جو روزانہ وتر نماز میں اپنے مولا سے وعدہ نہیں کرتا ”وَنَلْعَلُكَ مِنَ الْفٰتِرِیْنَ“ (اے ہمارے رب! ہم ان سے جدا ہوتے ہیں، ان کو چھوڑ دیتے ہیں جو تمہارے نافرمان بندے ہیں)۔

ایک طرف زبانی اقرار بھی کرتے ہیں تو دوسری طرف پھر عملی طور پر انکار بھی کرتے ہیں۔ اب انصاف کی آنکھ سے دیکھنا چاہئے کہ ایمان کا تقاضا کیا ہے اور ہمارا یہ دعویٰ کہاں تک درست ہے۔

غیر شرعی رسومات سے نفرت

آپ نے فرمایا کہ اللہ کی طرف سے جو دین ہمیں عطا ہوا ہے۔ وہ ہر لحاظ سے خالص، کامل اور مکمل ہے۔ اس میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”آج کے دن میں نے آپ کے دین کو کامل کیا اور میں نے آپ پر اپنی نعمت پوری کی اور میں نے آپ کیلئے دین اسلام کو پسند کیا اور اس سے راضی ہوا“ (المائدہ)۔

آپ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے دین کو کامل کیا اور اسی پر راضی ہوا تو پھر اس سے باہر دینی رسومات اور بدعات کو کیسے پسند کرتا۔ اللہ کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت سے کوئی چیز نہیں منجھائی، شریعت مقدس کا مسئلہ صادق، ظاہر اور واضح ہے۔ اس میں ملاوٹ اور اضافہ کو رسم و رواج قرار دیا گیا ہے، جس سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔

افسوس! آج ہم میں بہت ساری ایسی بد رسومات رائج ہو چکی ہیں جن کو لوگ دینی فرض اور شرعی احکامات کے برابر اہمیت دیتے ہیں۔ جاہل اور ان پڑھ کی بات تو اور ہے

لیکن علم والے اور پڑھے لکھے لوگ بھی ان رسوں اور رواجوں میں ملوث ہیں۔ ”چوں کفر از کعبہ بر خیزد کجا مانند مسلمانی“۔ (جب کعبہ میں کفر موجود ہے تو پھر مسلمانی کہاں ملے گی)۔

جب مسیحا دشمن جان ہو تو کب ہو زندگی

کون رہ بتلا سکے جب خضر بھٹکانے لگے

آپ ان غیر شرعی رسوم کس طرح بھی جائز نہیں سمجھتے۔ شادی، غمی، ختنہ وغیرہ یا کسی اور مواقع پر جن رسوم کا رواج ہے، آپ نے ان کو اپنی جماعت میں سے سختی سے نکال دیا۔ اپنی جماعت میں شادیاں شریعت کے مطابق کرواتے رہے۔ ختنہ کے موقع پر نزدیک یا دور والوں کو بلوانا، دعوت دینا، کھانا کھلانا، مولود خوانی کو ضروری سمجھتا۔ ان باتوں سے آپ نے منع فرمایا جب کہ نعت خوانی کو پسند فرماتے تھے۔ رات دن درگاہ شریف پر نعت خوانی ہوتی تھی۔ لیکن آپ فقط اس بات سے ڈرتے تھے کہ نعت خوانی کو اس موقع کے لئے مخصوص کرنے سے کہیں جماعت میں اس کی رسم نہ پڑ جائے۔

بندوں کے حقوق کی حفاظت

آپ فرماتے تھے کہ دین و راصل انسانی زندگی کو سدھارنے، بھلائی اور بہتری کیلئے نازل ہوا ہے۔

اسلامی تعلیمات میں حقوق العباد (بندوں کے حقوق) کو سب سے زیادہ اہمیت دی گئی ہے، یہاں تک کہ خدا اپنے حقوق کو بھی معاف نہیں کرتا جب تک اس کی مخلوق کی رضا حاصل نہیں ہوتی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ”مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں“۔ (بخاری)

ارشاد ہے کہ ”اس شخص کا ایمان کامل نہیں ہے جو خود تو سیر ہو کر کھاتا ہے لیکن اس کا ہمایہ بھوکا رہتا ہے“۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ”ملتِ اسلامیہ کی مثال ایک جسم کی مانند ہے، اگر کہیں بھی کسی فرد کو دکھ یا ایذا پہنچتا ہے تو پوری ملت کے دل میں اس درد کا اثر ہوتا ہے۔

آپ نے اپنی جماعت میں انسانیت سے محبت، شفقت، ہمدردی، رحم اور پیار کا جذبہ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ فرماتے تھے کہ دوسروں کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھو۔ جیسے بھی

ہو سکے نیکی کریں، چاہے وہ اس کے لائق ہو یا نہیں۔

آپ اپنی تقاریر میں اکثر والدین کے اولاد پر حقوق، اولاد کے والدین پر حقوق، عورت کے مرد پر اور مرد کے عورت پر حقوق، پڑوسیوں کے حقوق، ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر حقوق، بہترین طریقہ سے بیان فرماتے تھے۔ نہ صرف یہ بلکہ ان پر عمل کرنے کیلئے سخت تہیج اور تاکید فرماتے تھے۔

یہ ہی ایک مؤثر طریقہ ہے جس سے ایک پاکیزہ اور صاف ماحول اور معاشرہ پیدا ہو سکتا ہے۔ لیکن افسوس! ہماری توجہ اس طرف بہت کم ہے۔ ہماری باتیں تو بڑی ہیں لیکن عمل ذرہ برابر بھی نہیں۔

کاملوں کی کامل توکل اور تقویٰ

آپ نہایت متوکل انسان تھے۔ سوال اور چندہ کے سخت خلاف تھے۔ مبلغوں کو بھی سخت تہیج فرماتے تھے کہ کسی سے بھی کسی قسم کا سوال یا کوئی چیز مانگی نہ جائے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا خیال رکھ کر اپنی نیت اور ارادہ درست کرو۔

دورانِ تقریر آپ اکثر یہ آیت شریف تلاوت کرتے تھے۔ ”میں آپ سے اس وعظ و نصیحت اور تبلیغ کا کوئی اجر اور عیوض طلب نہیں کرتا۔ میرا اجر اس ذات پاک کے ذمہ ہے جو دونوں جہانوں کا پالنے والا ہے۔“ (اشعرا)

کسے را کس بود کس را کسے کس

مرا یک نام رب العالمین بس

(کسی کو کسی کا سہارا ہے تو کوئی کسی کے سہارے جی رہا ہے میرے لیے میرا ایک

رب ہی کافی ہے)

درگاہ پر روزانہ سو دو سو مہمان ہوتے تھے۔ گیارہویں کے موقع پر نزدیک و دور سے ہزاروں کی تعداد میں جماعت آتی تھی، کسی سے بھی ایک پیسہ کا سوال نہیں کیا جاتا تھا۔ جیسے جیسے جماعت زیادہ آتی تھی، تو آپ کا گلاب جیسا چہرہ خوشی سے مہک اٹھتا تھا۔ جماعت جب رخصت ہوتی تھی تو آپ بہت غمگین ہوتے تھے اور دکھ سے فرماتے تھے کہ فقیر! دل چاہتا ہے کہ آپ کو ان کھجور کے درختوں سے باندھ دوں کہ مل کر اللہ کو یاد کریں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”زمین پر کوئی ایسا چرند پرند نہیں کہ جس کا رزق اللہ کے ذمہ نہ

ہو۔“ (ہود)

پھر کیوں ہم نے خود کو پریشان کیا ہے۔ جس کام کیلئے ہمیں اپنے رب نے پیدا کیا ہے۔ اس عبادت کو بھول کر ہم ایسے فکر میں پھنس گئے ہیں، جس کا ذمہ رب پاک نے اٹھایا ہے۔

این تو کل کن طرزاں پائی و دست رزق تو بر تو ز تو عاشق تراست

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے اے انسان! صحیح معنی میں تو اپنے خالق مالک کا فرمانبردار بندہ بن جا پھر دیکھو کہ وہ رزق جس کیلئے تم حیران و پریشان ہو، وہ تمہیں عاشقوں کی طرح تلاش کرتا رہے گا۔

تقریباً سال 1960ء کا واقعہ ہے، ایک عالمِ دین مولانا محمد احمد صاحب لاہوری جنہوں نے مولانا حسین احمد مدنی کے پاس مدرسہ دیوبند میں پڑھا تھا اور علی گڑھ یونیورسٹی سے فاضل کا امتحان پاس کیا، وہ مولوی صاحب جب یہاں (رحمپور شریف) آئے اور یہ نقشہ دیکھ کر دورانِ تقریر کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے ”جو لوگ صحیح معنی میں خدا کا خوف رکھتے ہیں، ان کو ایسی جگہ سے رزق دیا جاتا ہے کہ ان کو بھی علم نہیں ہوتا“ (الطلاق) اس آیت پر میرا ایمان تھا لیکن مجھے عمل کہیں بھی نظر نہیں آیا۔ میں سیلانی تھا، بہت سارے شہر اور ممالک دیکھے لیکن یہ واحد جگہ ہے، جہاں یہ عملی نمونہ اور نقشہ نظر آتا ہے۔

عجز، انکساری اور تواضع

آپ عجز، انکساری اور تواضع جیسے اعلیٰ اخلاق کے مجسمہ اور سرچشمہ تھے۔ دورانِ گفتگو اپنے آپ کو ہمیشہ ”این عاجز“ کے لفظ سے پکارتے تھے۔

آپ فرماتے تھے کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ”ہر کہ خود از ازسگ بہتر بداند، ازسگ بدتر است“۔ (جو شخص اپنے آپ کو کتے سے بہتر سمجھتا ہے وہ حقیقت میں کتے سے بھی بدتر ہے)۔

آپ فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین بخاری نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا اللہ تعالیٰ نے وہ مقام اور مرتبہ کیا ہے جو خود فرماتے تھے کہ میری اکاسی برس کی عمر ہوئی ہے اور جب بھی میں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے ہیں تو مجھے وہ دن یاد نہیں جو اللہ تعالیٰ نے کبھی میرے ہاتھ خالی لوٹائے ہوں یعنی میری دعا قبول نہ کی ہو۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ میرے گناہ اتنے زیادہ ہیں، اگر میرے گناہ روٹی کے کسی ٹکڑے پر لکھ کر اس کو کسی بارہ مہینوں سے بھوکے کتے کے آگے رکھا جائے تو وہ بھی میرے گناہ دیکھ کر اس روٹی کو نہیں کھائے گا۔

ازاں بر ملائک شرف داشتند کہ خود را از سگ بد پنداشتند۔
 (اللہ کے وہ کامل بندے بھی ہیں جن کا مقام اور مرتبہ ملائک سے بھی زیادہ ہے
 لیکن وہ خود کو کتے سے بھی کمتر سمجھتے ہیں)۔
 آپ جب بھی عاجزی اور انکساری بیان فرماتے تھے گویا قیامت کا منظر محسوس ہوتا
 تھا۔ ایک مرتبہ دورانِ تقریر آپ کی آنکھوں سے آنسوں جاری تھے اور آپ کی زباں پر یہ
 شعر تھا۔

گر کوئے نیکنای مارا گذر ندادند گر تو نے پسندی تغیر کن تضارا
 (یا اللہ! گناہوں کی وجہ سے اگر مجھے نیک راہ نصیب نہ ہو تو پھر میں کہاں
 جاؤں۔ تم ہر شے پہ قادر ہو، اگر تجھے میری یہ حالت پسند نہیں تو میری قضا کو تبدیل کر دو)۔
 اگر جرم گیری بقدر گناہ بدوزخ ملائک ترازوخواہ
 (یا اللہ! اگر میں اپنے گناہوں کی طرف دیکھتا ہوں تو سزا کا حقدار ہوں، اعمال
 تولنے کی بھی ضرورت نہیں)۔

اگر جرم بخشی بمقدار جود نمائند گرفتار اندر وجود
 (یا اللہ! اگر تمہاری عطا، عنایت انعام اور احسان کی طرف دیکھتا ہوں تو تمہاری
 رحمت کا امیدوار بن جاتا ہوں)۔

آپ اکثر سرانگی زباں میں یہ اشعار فرماتے تھے۔

زدم تا این دم تا میں جو ہے خلقت ساری؛
 میں ساری خلقت وچوں، میں ہاں بدکاری؛
 برا جگہ ڈھونڈی دتائن، میں جھا برانہ کو؛
 سارا عالم میں کنوں چنگا، میں جھا برانہ کو

اقوال انمول

(حضرت خواجہ غریب نواز پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ)

- ☆ دجھ ڈیکھن چوڑیاں اتھ مارن دروگڑیاں
فقیر! حلال ہو یا حرام، جائز ہو یا ناجائز، جہاں اچھا خاصا مزیدار اور مرغن تر
نوالہ دیکھو، وہاں پر پیٹ کھول کر بیٹھ نہ جاؤ۔
- ☆ چچہ ہر دیکھی میں بھجارتا ہے۔ بریانی ہو یا زردہ، سالن میں تو خوب غوطے لگاتا
رہتا ہے۔ جب چچہ دیکھی سے نکلے گا تو چچہ کو کچھ بھی نصیب نہ ہوگا۔ فقیر! چچہ
والی عادت خود میں پیدا نہ کرو۔
- ☆ سرد غمہ عشق بالھوس راندھند سوز غمہ پروانہ نگس راندھند۔
پروانہ جیسا پکنا اور جلنا، سوز و گداز ان مکھیوں کو کہاں سے حاصل ہوگا جو کبھی مٹھاس
اور مصری پر تو کبھی کچرے اور غلاظت کے ڈھیر پر بھٹکتی رہتی ہیں۔ ان کو کچھ بھی
نصیب نہیں ہوتا۔ فقیر! یہ عشق اور درد والی دولت ہر رہگذر کو مل نہیں سکتی۔ دوست
کے دیدار اور وصال کیلئے سختیاں اور صعوبتیں سہنی پڑتی ہیں۔
- ☆ دورنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جاؤ۔ سراسر موم ہو یا سنگ ہو جاؤ۔
رنگ ایک ہی اختیار کرو یا موم کی طرح نرم ہو جاؤ یا پتھر کی طرح سخت ہو جاؤ۔
فقیر! استقامت پیدا کرو، کچڑ میں لگے ہوئے کھونٹے کی طرح نہ بنو۔ ان کا کیا
اعتبار جو ہر ایک کو دوست بناتے رہے۔
- ☆ جو گیوں کا ایک قافلہ رات کو کسی جنگل میں ٹھہرا۔ جو گیوں کے ساتھ ایک کتیا بھی
تھی۔ جوگی تو آدھی رات کو اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔ لیکن کتیا کو
نیند آگئی۔ صبح کو جاگی تو دیکھا کہ جوگی وہاں نہ تھے۔ کتیا بہت پریشان ہوئی۔ بس
جس جوگی کے گیر دکنڈے دیکھے تو اس کے پیچھے لگ جائے۔
فقیر! آپ بھی جو گیوں کی کتیا کی طرح مت بننا، کہ جس کا گیر دکنڈے دیکھو ان
کے پیچھے لگ جاؤ۔

مکتوب 3۔۔۔۔۔ میان خاوند بخش صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ تمہا ذکر بے محبت ہیرِ قلیل النفع و تنہا محبت ہیر بے ذکر موصول الی المملوب است اور ذکر محبت کے ساتھ غم کیا جائے تو نور علی نور ہوگا۔ عزیز! محبت میں قدم دن بہ دن بڑھاتے جاؤ۔ دیکھو تو سبھی پھر یہ محبت کہاں تک پہنچاتی ہے اور کیا کیا کام کرتی اور کراتی ہے۔

عزیز! محبت ہیر کی ایک جوہر ہے جو نکالا ہوا ذکر سے۔ جیسا کہ کسی کا ست نکالا جائے۔ ان کو اصل کہتے ہیں اور ان کو جوہر بھی کہتے ہیں۔

تصور کرو گے اور نہایت التجا و آداب سے توجہ لیتے رہو گے تو آپ کا گھر بیٹھے کام بننا رہے گا۔ اور بچ پوچھو تو بندہ کے نزدیک اس محبت سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے۔

لاشی فقیر عبدالغفار فضلی

مکتوب 4۔۔۔۔۔ میان عبدالواحد صاحب

السلام علیکم علی من اتبع الهدی۔ تمام جماعت اہل ذکر والسلام علیکم۔ ہر آں کس را کہ اعتقاد و ارادت و محبت راسخ و قوی است۔ امید باشد کہ زود تر کامیاب خواہد گردید و از خطرات و وساوس و لغزش شیطانی محفوظ خواہد ماند۔ بھر حال فیض موقوف بر رسائی طالب باشد و آں کس کہ اغراض دنیاوی را بر محبت ذاتی و برکات فیض عشق باری تعالی مقدم دارد و در حق صاحب فیض قدرے بہ حقارت پیدا احتمال است کہ اندک زماں رفتہ رفتہ نعمت اوسلب خواہد شد و شیطان بر اوسلط خواہد گردید۔ نعوذ باللہ اے سميع العليم من ذالک۔

عزیز! کترین شمارا بجانب محبت اللہ تبارک و تعالی دعوت می دہد و بر اتباع سنت علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ و تابعداری شریعت و احتراز از بدعات و دوام ذکر و ریش رامطابق داشتن تاکید می کند۔ اگر کسی را باید ہمہ خطرات یا وساوس در خاطر پیدا شوند و بنظر حقارت بیند و در چاہ ضلالت افتد بس بندہ ربان یق ضرورت نیست و یق غم نیست۔ چونکہ ہمہ کارماز برائے حق است نہ برائے ریا و طلب دنیا، اگرچہ تمام جماعت بھنگال شیطان آمدہ باز گردند۔ بندہ یق پاک نیست ہاں دل راقص پیدا شود سبب محروم ماندن اواز نعمت اگر ہیر مفضل و بدعتی

بیاید اور انکریم و تقسیم من نمایندہ پیر را خوب تر و پُر برکت و پُر فیوض دانند۔ ماہر اے خدا کاری کسم و سحر نیز برائے خدا با خلق بیچ کار نیست۔

لاشئ فقیر عبدالغفار فضل

ترجمہ: السلام علیکم علی من اتبع الهدی۔ ساری جماعت اہل ذکر کو السلام جس کا ارادہ اعتبار اور محبت مرشد کی طرف مضبوط ہونگے وہ بیت جلد کامیاب ہوگا اور ہر قسم کے خطرات، دوسووں اور شیطانی لغزشوں سے بچے گا۔

بہر حال فیض کا دار و مدار طالب کی طلب اور کشش پر ہے۔ جو شخص اپنے دنیوی اغراض کو ذاتِ خداوندی کے محبت پر اور اہل عشق کے فیض و برکت پر ترجیح دے گا اور جس نے روحانی فیض تقسیم کرنے والے مرشد کی طرف حقارت سے دیکھا تو اس بات کا اندیشہ ہے کہ آہستہ آہستہ اس سے دی ہوئی نعمت چھین لی جائے اور شیطان اس پر چھا جائے، خدا اس سے بچائے۔

میرے عزیز! یہ عاجز آپ کو اللہ کی محبت کی دعوت دیتا ہے اور آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع اور بدعت سے بچنے کی تاکید کرتا ہے۔ ذکر اور داڑھی اور سنت کے مطابق رکھنے کی تاکید کرتا ہے۔ اس کے باوجود بھی اگر کسی کو خطرات اور دوسوے پیدا ہوں اور ان باتوں کو حقارت کی نظر سے دیکھے اور جان بوجھ کر گمراہی کے کنویں میں کودنا چاہے تو ایسے شخص کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں اور نہ اس کا کوئی غم ہے۔

ہمارا معاملہ حق پر مبنی ہے اور اس سے کوئی دنیا کی لالچ اور ریا مقصود نہیں۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ اگر ساری جماعت شیطانی پجہ میں آجائے تو بھی ہمیں دکھ نہیں ہوگا۔ ان لوگوں کے پاس گمراہ بدعتی پیر آتے ہیں تو ان کی بڑی عزت و تقسیم کرتے ہیں اور ان کو بڑے فیض و برکت والے سمجھتے ہیں۔

ہم اللہ واسطے سفر کرتے ہیں، ہمارا لوگوں سے کیا جائے۔

لاشئ فقیر عبدالغفار فضل

مکتوب 5۔۔۔۔ میان خاوند بخش صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ عزیز! محبت اللہ تعالیٰ کی کثرت ذکر سے حاصل ہو جاتی

ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے ”مَنْ أَحَبَّ شَيْئًا أَكْثَرَ ذَكَرَهُ“۔ جس قدر طالب کے دل میں محبت اور شوق بڑھتا جاتا ہے اور دن بہ دن سوز اور قلق زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ یہی علامت علائقہ ہے کہ مطلوب کو ضرور ان کی محبت ہے۔ جیسا کہ حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بچ عاشق خود نباشد عشق جو

مگر نہ معشوقش بد جو یائی

فقط لاف گداز کو محبت نہیں کہتے۔ محبت اس کو کہتے ہیں کہ محبوب کی یاد سے ایک دم بھر بھی غافل نہ رہے۔

زہے سعادت جس کو یہ درجہ نصیب ہو۔ کثرت ذکر میں بہت فوائد مندرجہ ہیں جو کہ تحریر سے بھی از حد افزودن و زائد ہیں۔

لاشئ فقیر عبدالغفار فضلہ

بابِ نواں

کلامِ ولی کامل

حضرت صاحب کا کلام مختلف موضوعات پر مشتمل ہے۔ توحید، رسالت، مناجات، متعبت، اصلاحی کلام وغیرہ۔ یہ کلام 1974ء میں حضرت صاحب کے قلمی بیاض، سے نقل کیا گیا۔ 'بیدار موائی'

مناجاتِ بدرگاہِ مجیب الدعوات

اپنی عزت، شان و شوکت کبریا کے واسطے
بے مثل و بے چون مولیٰ عزوجاہ کے واسطے

رحمتِ العالمین وہ ہے شفیع المذنبین
لاجِ پرور روزِ محشر مصطفیٰ ﷺ کے واسطے

ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ چاریار
خاتمہ بالخیر کر، اُن حقِ ناس کے واسطے

روزِ محشر پُر خطر ہے، کیا ضرر عاصیوں کو
جب کہ ہیں وہ منتظر تیری نگاہ کے واسطے

ایسے مجرم کو جہی تو معاف کر دیوے جرم
کیا عجب ہے تیری، ذاتِ کبریا کے واسطے

کون ہے کس کے آگے فریاد لے جا کے کروں
کوئی نہیں آتا مدد کو، پُر خطا کے واسطے

سُٹنا ہوں ایسا تیرا آکر جو در کھٹکاتا ہے
 نہیں لوٹاتے ہاتھ خالی ہر گدا کے واسطے
 جرم ہیں گر لاکھ، پر رحمت تیری سے بہت کم
 کچھ نہ کیا میں نے عملِ یومِ الجزئی کے واسطے
 عاجز 'عبدالغفار' پہ یا الہی رحم کر
 خاص رحمت کی نظر اس بے نوا کے واسطے
 (قلبی بیاض)

عاجزانِ التجا بارگاہِ حضرت رسالت مآب ﷺ

زعیمیاں روئے سیاہ کردم، اےشی یا رسول ﷺ
 ہے تکیہ آپ کا ہر دم، اےشی یا رسول ﷺ
 لکھاں ڈکھڑے گھٹن دے نہیں، زخمِ الڑے چھن دے نہیں
 دکھا یک بار دیدارم، اےشی یا رسول ﷺ
 جہاں سارے دے وچ جانی، نہیں کوئی تیرا ثانی
 توئی افضل، توئی اکرم، اےشی یا رسول ﷺ
 ذرا روئے دکھا جانا، جنازہ میں تو آ جانا
 قبر میں تو رکھیں پر تم، اےشی یا رسول اللہ ﷺ
 توئی شانی توئی کافی، کرو میری خطا معافی
 زکریم خود پشنام، اےشی یا رسول اللہ ﷺ
 محمد عبدالغفار گریانم، بفرقت سینہ بریانم
 دنیا یو مونجھ تے ہر غم، اےشی یا رسول اللہ ﷺ

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ

یا الہی رحم کر، اپنی رضا کے واسطے
 کر مہربانی محمد مصطفیٰ ﷺ کے واسطے
 بوکر رضی اللہ عنہ والاقر، نور القمر، نور البصر
 صاف دل سلمان صدر سلطان الاصفیا کے واسطے
 قاسم رضی اللہ عنہ و قسام، کوثر قاطع کفر قبیح
 جعفر رضی اللہ عنہ جملہ جمیل جاں فزا کے واسطے
 بانزید رحمۃ اللہ علیہ اختر سعید حماد حق رب مجید
 بو الحسن رحمۃ اللہ علیہ دُرّ عدن صفدر صفاء کے واسطے
 ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ کامل اکمل مفتی الاقفیا
 بو علی رحمۃ اللہ علیہ علامہ، عالم غلا کے واسطے
 شیخ بو یوسف رحمۃ اللہ علیہ، سراپا سامیہ رب السماء
 پیر عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ، خاصیہ خدا کے واسطے
 شاہ محمد عارف رحمۃ اللہ علیہ، معروف باعرفان حق
 پیر محمود رحمۃ اللہ علیہ و تلیح و مہ لقا کے واسطے
 پیر عزیز ابن علی رضی اللہ عنہ علوی و عابد عابداں
 بابا ساسی رحمۃ اللہ علیہ، سخی الاخیاء کے واسطے
 شہ کلال رحمۃ اللہ علیہ و باکمال و بے مثال و باجمال
 شہ بھاؤ الدین رضی اللہ عنہ بخاری بے بھا کے واسطے
 پیر علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ، اولی عالم علم لدن
 حضرت یعقوب دل مرغوب ماہ کے واسطے
 جُجے اللہ صبغۃ اللہ پیر عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ عزیز
 شاہ محمد زاہد رحمۃ اللہ علیہ آزکا و کا کے واسطے

داروئے ہر تریش، دل دُر ویش رحمۃ اللہ علیہ درووں کا دوا
 حضرت امکنی محمد رحمۃ اللہ علیہ مقتدی کے واسطے۔
 قانی فی اللہ باقی باللہ، فی سبیل اللہ سلیم
 احمد رضی اللہ عنہ و امجد مجدد بادشاہ کے واسطے
 محترم پُر عفت معصوم رحمۃ اللہ علیہ قیومِ زمان
 صاف سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ، سرِ نخبِ سخا کے واسطے
 حسن رحمۃ اللہ علیہ و مَنعِ محاصرِ احسنِ حسنِ حسین
 انور نور محمد رحمۃ اللہ علیہ منجلی کے واسطے۔
 جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ جہاں دلجانِ مآقربان او
 شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ غنی الاغنیاء کے واسطے۔
 سادۃ السادہ سعید احمد رحمۃ اللہ علیہ سعادت مند سعد
 احمد احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ سربرا کے واسطے۔
 حاجی دوست محمد رحمۃ اللہ علیہ، دوست ہے بے پوست مغز
 پیر عثمان رحمۃ اللہ علیہ ثانی عثمان ذوالحمیا کے واسطے۔
 نعلِ شاہ رحمۃ اللہ علیہ، لعل و لآلہ لؤلؤ نور،
 شاہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ، سراج الاولیاء کے واسطے
 کر محبت معرفت اپنی رضا یارب نصیب،
 حضرت فضل علی رحمۃ اللہ علیہ غوثِ الوری کے واسطے
 عاجز عبد الغفار رحمۃ اللہ علیہ، کی التجا ہے روز و شب،
 عفو کے رکھ زیر سایہ دامنِ کے واسطے۔

مناجاتِ بارگاہِ مجیب الدعوات

(بوسیلہ بارہ امام حضراتِ اہل بیتِ عظام)

اے خداوندِ بذاتِ کبریا کے واسطے؛
 ہے شفیع المذنبین یومِ الجزی کے واسطے۔

بے حساب و بے عتاب و بے عتاب بخشدے
لغت جو کہد النبی خیر النساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے واسطے۔

ہے رضامندی تیری، مطلوب ہر دوسرا
لافتی لا علی رضی اللہ عنہ حسن العلی کے واسطے۔

رکھ مجھے درہر دو عالم زیر سایہ عاطفت
سید شہدا شہید کر بلا رضی اللہ عنہ کے واسطے۔

حضرت سجاد زین العابدین کا واسطہ
باقر رضی اللہ عنہ و جعفر رضی اللہ عنہ امام الاقصیٰ کے واسطے۔

کشتی میری ڈوبتی کو پار کر دے یا خدا،
موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ امام علی رضا رضی اللہ عنہ کے واسطے۔

حضرت سید محمد رضی اللہ عنہ ہے تقی جس کا لقب
جو کرنا بود پر اس ذوالعطا کے واسطے۔

تاجدار ہر دو عالم حضرت علی النقی رضی اللہ عنہ
عاقبت محمود کر، اس رہنما کے واسطے۔

موت کی تلخی نہ دیکھوں، گور میری کر منیر
احسن حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ شمس الہدیٰ کے واسطے۔

موت دے جب ذات تیری راضی اور خوشنود ہو
سید موعود مہدی رضی اللہ عنہ پیشوا کے واسطے۔

دیدہ گرہاں سینہ بریاں بیقراری اضطراب،
عشق اپنے میں عطا کر داما کے واسطے۔

تاقیامت عشق تیرے میں رہے سینہ گداز
آل انجاذ النبی بدر الدجی کے واسطے۔

دین و دنیا کے سبھی اعدا میرے مقہور کر
حضرت خواجہ فضل علی رحمۃ اللہ علیہ معدنِ حیا کے واسطے۔

از طفیل پیر من از برکت پیرانِ کبار
خاتمہ بالخیر کر اپنی سخا کے واسطے۔

مکرم عطا ایمان کنیں بعدہ کفر حدیث،
ملتقمس عاجز عبدالغفار اس التجا کے واسطے۔

(قلی بیاض)

(حضرات اہل بیت عظام کے مزارات کی تصویرات اس کتاب کے آخری

صفحات پر ہیں۔)

حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت امام زین

العابدین رضی اللہ عنہ، حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ، حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

جب مقبرہ موجود تھے (قبل انہدام) جنت البقیع مدینہ منورہ

(کتاب من جلال و جمال 74)

عاجزانہ التجا بارگاہ حضرت رسالت مآب ﷺ

دلبر مدنی دلارا یا محمد یا رسول ﷺ

تکیہ گاہ امت بیچارہ یا محمد یا رسول ﷺ

عرض سٹ کر غیروی، دل کون ہے سیڑا آسرا؛

توں نہ صُن کاری کریں، بیا کون ہے تیڈے سوا؛

خود تیکوں معلوم ہے، بیا کیا کراں میں ماجرا

ہاں گناہ وچ غرق سارا یا محمد یا رسول ﷺ

امتی بدکار تیڈا، در چھوڑتے کئی درونجن

جے توں بھالیں چا نظر ول بد دے بیڑے ترونجن

کر نقابِ ہُن دورِ دلبر، ہاندے گوشتے ٹھرو بجن
 باجھ تیڈے مشکل گزارا یا محمد یا رسول ﷺ
 یا شفیع المذنبین ہے او کھا وقت امداد کر
 لاج پالو مونجھ نالو، اجڑی کوں آباد کر
 کترینہ مضطربہ، چھڑی کوں یاد کر
 ٹھلدی دا ڈیویں توں دارا یا محمد یا رسول ﷺ
 ہاں میں بدتر کترینہ، سنگ سینہ بے عمل
 ڈھنگِ احمق، تند خو، تند طبیعت بے عقل
 سُجھاں سکھنا ہاں لکھنا، مارا گیا پکا فصل
 گذرگئی عمر آوارہ یا محمد یا رسول ﷺ
 باجھ تیڈے بیوسیندا بیکسیدا کوئی نہیں
 درداں ماندی روندیکیوں رھیندا کوئی نہیں
 بن تیڈے دیدار دے داروں ڈسیندا کوئی نہیں
 کرکرم دا حک نظارا یا محمد یا رسول ﷺ
 تھے مطیع سب مصر، مدین ماڑ، بُرجاں تے جام
 چین چولستان، پورب پارسی، سب نیک نام
 کاشغر، بلخار، بابل، قسطنطنیہ، طوس شام
 روس بلخی تے بخارا یا محمد یا رسول ﷺ
 مدح جوڑ 'عبدالغفار' ہر دم لکھیندا رہ گیا
 رات ڈینھاں تحریر کر، دفتر پچھیدا رہ گیا

نت میڈے دیدار کارن، دل سکیندا رہ گیا
حق نما حق دا پیارا یا محمد یا رسول اللہ ﷺ
(قلمی بیاض)

نعت شریف

زلیخا حسن یوسف تے تھئی شیدائے متانہ
پر ایں یوسف عرب والے تے جگ سارا ہے دیوانہ
ایدا شائق کلیم اللہ، صفی اللہ، نجی اللہ
خلیل اللہ تے روح اللہ، اے ہے جاناں جانانہ۔
کیویں اصحابِ ہن گالے، بدر خیر احد والے
رہے ثابت قدم نالے، جیویں شمع تے پروانہ
سکھے ہن ڈیکھ تے جیندے نہ جک پل ہن پرے تھیندے
لکھاں درجے میں کیا اہندے، اے کل مرسل توں وڈ شانہ
مہر دی جاں نظر بھالے، ہزاراں درد غم نالے
وڈا صاحبِ شرم والے، امت عاجز دا خصمانہ
عبدالغفار سکے درد، اوں مدنی ماہ پیکردا
اوں سرور راج پرورد، ایں دا دربار شاہانہ
(قلمی بیاض)

نعت شریف

جیندے ملکِ رمن دربان سدا بہ دربار ڈکھیجے غل سنیاں
جیندے عرش تے فرشِ غلامِ رمن بہ سرکار ڈکھیجے غل سنیاں

میکائیل تے اسرائیل کنوں + جبرئیل تے عزرائیل کنوں
 حیدر اشان بلند غلیل کنوں ÷ سردار ڈکھ۔۔۔ جسے چل سنیاں
 حیدرے نور دی جھلک فلک وچ پئی ÷ گل ملک تے چوڑا طبق وچ پئی
 جنیدی چمک تمام خلق وچ پئی ÷ دربار ڈکھ۔۔۔ جسے چل سنیاں
 جتھاں نظر پوسے پُر نور کرے ÷ منظور خدا دکھ دور کرے
 مغفور کرے سرور کرے ÷ منٹھار ڈکھ۔۔۔ جسے چل سنیاں
 کافر حبیب کون ڈکھ کے ڈرڈر وچن
 سزا حسرت وچ، مرمز وچن
 ساڈے جگر دے گوشے ٹھہر وچن ÷ دیدار کر سچے چل سنیاں
 رکھ "عبدالغفار" امید بھوں
 توڑے جرم دے وچ میں قید بھوں
 اوں دے لطف دے وچ امید بھوں
 انوار ڈکھ۔۔۔ جسے چل سنیاں

(قلمی بیاض)

نعت شریف

بھو جھا کوئی جوان، ڈسواگے آیا حودے
 جن و ملک انسان، ہر کس تے سایہ حودے
 حسن اخلاق داہے خود جامع، صورت سیرت منور لامع
 یوسف ست کھان، مصر ونبہ دکایا حودے
 کل بنی حک بے توں اعلیٰ، نوح بنی تے فیض زلالا
 کشتی کون وچ طوفان، ونبہ کر ترایا حودے

پارمیا تگھ کل افلاکوں نہیں نظر دا کوئی ہمسر ساکوں
 عرش بلند مکان، قدم اُتھ دھرایا حودے
 عرب دا والی بند دلیں دا، نازک مٹھوا فور اکھیں دا
 عرش جھنڈا آستان، سوہنے سھایا حودے
 جگ مُساوے سجے لبِ مِکاوے، ملک بھلاوے جے سرمہ پاوے
 مازاغ داوچ پشمان، سرمہ چھکایا حودے
 غار دے وچ رہیا پاڑ دے رلے، عادل کیتے جگ دے بھلے
 شیر علی عثمان سوہنا لقب پایا حودے
 پن دے بازووں سوہن ستارے، اکھیں دے غارے رب دے پیارے
 ساڈا دین ایمان، اصلی اے مایہ حودے
 ’عبدالغفار‘ ہے قدیم مداحی، جیڑے سوا بی ہے آس نہ کائی
 نبیاں دا سلطان، تیکوں رب ودھایا حودے

(قلمی بیاض)

قرآن محمد صلی اللہ علیہ وسلم

والشمس صفت چہرہ، تابان محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 یسین دی تحسین ہے دندان محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 وایل زلف واصف قرآن محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 تھیا شق قر فلک تے برحان محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 بلبل بدمغ نغمہ سراپان محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 شیریں شکر وہ لب خندان محمد صلی اللہ علیہ وسلم

(قلمی بیاض)

دل کا مقام اور مرتبہ

لائے دلبر دل وچ دیرے ÷ بیڑے ڈیکھن دے وچہ پھیرے
 اھا دل ہے محراب معنی، اھادل ہے طور حسیلی
 اھا دل ہے عرش معنی، ہے دلبر اصولن نیزے
 عیس دل وچ نور عیان، اھادل کتب قرآن
 عیس دل وچ جملہ جہان، پر ہودن بخت بھلیرے
 بن خالق دے بیا کوڑے، بیا خاک مٹی لپ دھوڑے
 اھا دنیا سڀ سنگ پھوڑے، رہے ہر دم یار پریرے
 تھی کلی دل سیانی، حق ہاتھوں غیر نہ جانی
 بیا سبھے کوڑ کہانی، بس حک دی سک اھیا ڈھیرے
 چھڈ ملے علم مسائل، سٹ جتاں عقل دلائل
 سٹ نحوی فعل تے فاعل، سٹ کوڑے جھگڑے جھیرے
 دل 'عبدالغفار سلیم، ذاتی پیر فضل تعلیم
 اھیا رہیر دی مہم ہے ہر دم دید بیرے
 (قلمی بیاض)

در مدحت حضرت پیر روشن ضمیر

ہاشم نامی فضل علی از فیض جہاں نازیدہ
 فہم فہیم، سلیم مسلم، تابندہ فہمیدہ
 رشک قمر شد نور رخش، خورشید نخل گردید
 در خونی محبوبی، ہم نادیدہ، یچ شنیدہ
 خاک رخش عشاق، بدل و جاں در چشاں کشیدہ

معتقدان زحواوٹ لگی جملہ جہاں رحیدہ
 زہے ہمایوں طالع آنگس دارد چنیں عقیدہ
 قلب مقفل گردد جاری چوں انگشت رسیدہ
 بادہ نوش حریفان بیخود شوند ز محوش رسیدہ
 ہندی سندھی، ہندوستانی دائم پشت خمیدہ
 باد فیوض فضل، در قطعہ نفا زمین در زندہ
 ("عبدالغفار") عبد غفار غل تحیل مانده کبد کبیدہ

(قلبی بیاض)

فراق (غزل)

اُونچی مدحوش دیوانہ، جن دارد مـلـجـے غل،
 دنا کرویس چکیانہ، گدا گر بن پـنـجـے غل۔
 سدا جل جل، حلیوں مل مل، ررواں پل پل، اکھیں مل مل،
 نہیں ایں درد دارد مل، رھائی هن مـنـگـے غل۔
 نہ ظاہر مونہ ڈکھاوے، نہ شب کوں خواب دج آوے،
 عقل تے حوش بھل جاوے، اوکوں بچ کوڑا کھـجـے غل۔
 فقط دیدار داسائل، صنم دلدار دا سائل،
 مشکل منٹھار داسائل، تے دَنجـے درتے بیجـے غل۔
 قسم رب دی نہ گھر دی ہے، نادت کئی لوڑ زردی ہے،
 محض سبک میں امر دی ہے، جو حک داری ڈکھـجـے غل۔
 آنون ڈکھ سول من من دے، تے گل لگ ررواں دن دن دے،
 دَنجن سئے سئے بنا بن دے، خبر اعا سَنجـے غل۔
 ڈنھیاں راتیں اے جی جلداء، نہ سکھ ملدا نہ ڈکھ ملدا،
 اندر گلداتے بت بلدا، عمر دل تے نہہـجـے غل۔
 جگر غم دے سگولے هن، ڈنھیا راتیں دے رولے هن،
 جیون دے، ڈنھیں تھوڑے هن، اتھاکیں دج مرتبـجـے غل۔

مجھے عبدالغفار حسن، رحما اصولوں نہ چارا حسن
توں سٹ سارا کھپارا حسن، پلو گل پا سینے جل
(گلی بیاض)

منقبت

ہاں میں گدا ایں درد، خواجہ فضل علی رحمۃ اللہ علیہ دا
باند غلام برد، خواجہ فضل علی رحمۃ اللہ علیہ دا

سوئی سفادی چالی، بندہ نواز عالی
سائل نہ کوئی خالی، خواجہ فضل علی رحمۃ اللہ علیہ دا

ذیشان ذوالکرم ہے، خلق ہیں تے بس ختم ہے
بھاگیں بھریا قدم ہے، خواجہ فضل علی رحمۃ اللہ علیہ دا

ملک کن عام یارو، دردے غلام یارو
ہے فیض عام یارو، خواجہ فضل علی رحمۃ اللہ علیہ دا

ڈکڑے سانواں کیکوں، گل پئی دی لاج تیکوں
کھیکے ہے خاص میکوں، خواجہ فضل علی رحمۃ اللہ علیہ دا

توں جھانہ کوئی نظر دا، خادم قدیم درد
روز ازل دا برد، خواجہ فضل علی رحمۃ اللہ علیہ دا

عاجز محمد عبدالغفار بد تر، اے نعت خواں سرور
سکہ آستان دلبر، خواجہ فضل علی رحمۃ اللہ علیہ دا

(خطبات غفاریہ)

باب دسواں حلیہ مبارک

حضرت خواجہ پیر منشا رحمۃ اللہ علیہ

آپ درمیانہ قد اور بھرے ہوئے جسم کے تھے۔ آپ کا گندی رنگ تھا۔ چہرہ مبارک بھرا ہوا، چوڑا اور گلابی تھا۔ ریش مبارک گھنی گھنی برابر اور قد و قامت اور جسم کے لحاظ سے نہایت موزوں تھی۔ آپ کی ریش مبارک کے بال چاندی کے تاروں کی مانند چمکتے دکھائی دیتے تھے۔ دانت موتیوں کی مالا تھی۔ آپ کے ہاتھ مبارک چوڑے اور بائیں ہاتھ کی کلائی پر زخم کا نشان تھا۔ پاؤں مبارک چوڑے اور سیدھے تھے۔ آپ کا سینہ چوڑا، کندھے کھلے ہوئے گردن مبارک اونچی تھی۔ چلتے وقت گردن نیچی کر کے چلتے تھے۔ آپ کے جسم مبارک پر ہمیشہ سفید باریک کپڑے اور سر مبارک پر کالی، ہری، فیروزئی، طوطائی اور نیلے رنگ کی دستار بہت چمکتی تھی۔ طرہ مبارک بائیں طرف سینہ پر قلب سے تھوڑا نیچے تک چھوڑا ہوا ہوتا تھا۔ رنگیں عصا مبارک ہاتھ میں ہوتی تھی۔ خوشبو بھی ہمیشہ استعمال کرتے تھے۔ اکثر عطر گلاب ہوتا تھا۔ وعظ اور تقریر اکثر نیچے بیٹھ کر فرماتے تھے اور کبھی کھڑے ہو کر اور کبھی کرسی پر بیٹھ کر بھی تقریر کرتے تھے۔ تبلیغ آپ کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ عموماً ہر روز فجر نماز اور عصر نماز کے بعد تقریر کرتے تھے۔ تبلیغ تقریر کرتے کرتے اتنا بخوبی جاتے تھے کہ متواتر پانچ گھنٹے تک تقریر کرتے رہتے تھے۔ آپ کی گفتگو خواہ خاموشی پر حال ہوتی تھی۔

اے حیرتی آواز، آوازِ خدا اور خاموشی حیرتی رازِ خدا،

تھے لب شریں لب دریائے ذات، اس لئے ہر بات تھی آبِ حیات
جو حکایت جو مثل جو بات تھی، عالم معنی کی اک سوغات تھی

چہرہ مبارک پر لہسی چلی کی جوت چمکتی نظر آتی تھی۔ میٹھی مسکراہٹ، کھلتی ہوئی پیشانی اور لبوں کی لالی دیکھ کر لعلوں کے سینے بھی حسد سے جل جاتے تھے۔ آپ کی میٹھی گفتار، سوسے من موٹی سندر صورت اتنی دلکش تھی کہ بیان نہیں کیا جاسکتا۔ نورانی چہرہ دیکھ کر عاشق کے اوداح تڑپ اٹھتے تھے اور ہزاروں لوگ پھلی کی طرح تڑپتے تھے۔ سرسہ بھری

آکھیں لوگوں کو مست بنا دیتی تھی۔ جڑواں ابرو جیسے عاشقوں کی عبادت کے محراب تھے۔ پلکیں کیا تھی! جیسے نیکھے تیر تھے جو روحوں کو گھائل کرتی تھی۔ عاشق صادق حضرت سوہنا سائیں رحمہ اللہ کیا خوب منظر نگاری کی ہے۔

دُسی صورت تنہنجی ۽ حُسن و جمال
آیو نوو سچَ چنمَ جی کي زوال
تنہنجو نوري چہرو کمال در کمال
پیر منا سائین، پیر منا سائین وو پیر منا
خلق یر حسن جا جی ارباب ها
دُسی صورت تنہنجی سی بیتاب لیا
تو نان کیشی قربان مہتاب لیا
پیر منا سائین، پیر منا وو پیر منا

دیکھ کر صورت تیری اور حسن و جمال، آیا شمس و قمر کو زوال،
نوری چہرہ آپ کا کمال در کمال، پیر مٹھا سائیں، پیر مٹھا او پیر مٹھا۔
خلق میں حسن کے جوارباب تھے، صورت آپ کی دیکھ کر بیتاب تھے،
قربان کنی آپ پر مہتاب ہوئے، پیر مٹھا سائیں، پیر مٹھا او پیر مٹھا۔

ارشادات حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

ولی کامل کی روح جب جسم کے چار دیواری سے علیحدہ ہوتی ہے تو ایسا سمجھنا چاہئے جیسے تلوار نیام سے علیحدہ ہوتی ہے۔ تلوار ٹکٹنے کے بعد ہی اپنے جوہر دکھاتی ہے۔ اس طرح بزرگان دین جب اس عالم سے روپوش ہو جاتے ہیں تو ان کے تصرفات و اثرات اس عالم میں زیادہ ہو جاتے ہیں اور ان کے جاننے والے ان سے سچی محبت رکھنے والے، ان کی فیوض و برکات سے زیادہ فائدہ اٹھاتے ہیں۔

(مکاشفات و کرامت جلد نمبر 1 صفحہ 278)

وصال پرملا

(حضرت خواجہ پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ)

تقریباً سال 1384ھ کے آخری ایام میں، وصال سے آٹھ روز پہلے ماہِ رجب میں عصر نماز کے بعد پوری جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ”اس کے بعد اگر کوئی فقیر ہمارے کہنے پر نہیں چلا، طریقہ عالیہ کے خلاف گیا تو قیامت کے روز یہ عاجز اس شخص سے بری اور بیزار ہوگا۔ یہ آپ کی آخری مجلس تھی۔ آپ پر جب عوارضات کا غلبہ زیادہ ہو گیا تو سنت کے مطابق علاج جاری تھا۔ جماعت کا ڈاکٹر حاجی عبداللطیف چنہ رحہ اللہ علیہ ہر وقت حضرت صاحب کے ساتھ ہوتا تھا۔

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ کاملوں کے وصال کا جب وقت قریب آتا ہے تو یہ اللہ کے پیارے مقرب بندے محبوبِ حقیقی کے خیال میں اتنا محو اور مستغرق ہو جاتے ہیں کہ ان پر وصال کی مدھوشی طاری ہو جاتی ہے۔ حضرت صاحب کے وصال کا وقت بھی نہایت پُر کیفیت تھا۔ آپ پر عجیب حالت اور استغراق طاری تھا۔ کھانا نہ تناول کرنا تو بالکل چھوڑ رکھا تھا لیکن کوئی اور گفتگو بھی نہیں کرتے تھے۔

ہاں! کسی کسی وقت اللہ تعالیٰ کی درگاہ عالیہ میں التجا اور مناجات کی طرز پر قاری مین پُرسوز و گدازِ آیات بے اختیار آپ کی زبان حق ترجمان سے ادا ہوتے تھے۔ نماز کے وقت ختم کے اشارے کر کے، نماز اشاروں سے ادا کرتے تھے، لیکن وہ بھی مدھوشی کے عالم میں۔

آپ نے 8 شعبان 1384ھ مطابق 12 دسمبر 1964ء اتوار کی رات ساڑھے گیارہ بجے وصال فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

فیاض، عارف، طیب، احسن، عجیب عاملِ قرآن تھے،

1384ھ

غفار عاشقِ امین سالک، خطیبِ کامل بیان تھے۔

، 1964

اولادِ امجاد حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ

حضرت پیر مٹھا قدس سرہ بوقت وفات لاکھوں کی تعداد میں روحانی اولاد کے علاوہ نسبی قریبی رشتہ داروں میں چار بیوائیں، ایک صاحبزادہ مولانا محمد ظہیر الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ، دو صاحبزادیاں سوگوار چھوڑ گئے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب علیہ الرحمۃ کو اللہ تعالیٰ نے ایک صاحبزادہ مولانا محمد مظہر جان جانان علیہ الرحمۃ عطا فرمایا اور مورخہ 13 رمضان المبارک 1420ھ کو انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جن کی ولادت حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ مبارک میں ہوئی اور ان کو اللہ تعالیٰ نے ایک صاحبزادہ عطا فرمایا، جن کا نام حضرت پیر مٹھا علیہ الرحمۃ کے اسم مبارک پر محمد عبدالغفار بدظلہ العالی رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے روحانی و جسمانی جد امجد حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کے نواسوں میں سے حضرت صاحبزادہ محمد دیدہ دل صاحب میرے پیر و مرشد حضرت قبلہ محمد طاہر بدظلہ العالی (المعروف حضرت عجن سائیں) کے خلیفہ اور مبلغ دین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو طریقہ عالیہ کی خدمت و اشاعت کی مزید توفیق عطا فرمائے۔ آپ کا قیام مرکز غریب آباد (نزد شیخ زید کالونی) لاڑکانہ میں ہے۔ جہاں ہر چاند کی 13 تاریخ کو اجتماع کے علاوہ ہر سال 8 شعبان المعظم کو حضرت پیر مٹھا علیہ الرحمۃ کے عرس شریف کے موقع پر عظیم روحانی اجتماع ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس پورے خانوادے کو شاد آباد رکھے اور اپنے آباء اجداد کے نقش قدم پر چلنے کی ہمت و توفیق مرحمت فرمائے (آمین)

(ماخوذ خطباتِ غفاریہ)

تصنیف لطیف حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ

- ☆ رسالہ انتخاب احادیث (عربی)
- ☆ رسالہ الفقر (عربی)
- ☆ رسالہ ورد القاری (فارسی)
- ☆ کتاب مجمع الفوائد۔ انتخاب مسائل الصوف از کتبائے مختلف حضرات نقشبندیہ مجددیہ، اثبات و جدوا فضیلت از کتب نقشبندیہ مجددیہ۔
- ☆ ملفوظات شریف حضرت خواجہ فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ (اردو)

- ☆ منقبت شریف حضرت خواجہ فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ (اردو)
- ☆ بیاض فہلیہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ (فارسی اور اردو)
- ☆ داستانِ عشق (فارسی) (تلمی بیاض)
- (افسوس! ہماری بے توجہی کے سبب یہ کتب آج تک شائع نہیں ہو سکے۔)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضرات نقشبندیہ مجددیہ فضلیہ عالیہ

اجازت نامہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 یَا یٰہَا الدِّیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰهَ وَابْتَغُوا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَتَ وَجَاهِدُوْا فِیْ
 سَبِیْلہ لَعَلَّکُمْ تَفْلَحُوْنَ۔ اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسِہ فِیْ طَاعَتِ
 اللّٰہِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہ سَیِّدِ
 الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِہٖ الطَّاهِرِیْنَ وَاَصْحَابِہِ الطَّیِّبِیْنَ اَجْمَعِیْنَ اِلٰی یَوْمِ
 الدِّیْنِ۔

لتابعہ۔ سیکیو یہ فقیر حقیر لاشی محمد عبدالغفار از اولاد چتر پیر قدس سرہ العزیز کہ اس
 عاجز خاکسار ذرہ بے مقدار سلسلہ خاندان نقشبندیہ مجددیہ فہلیہ داخل شدہ، علم سلوک تادارہ
 لاتقین از حضرت قطب الارشاد خواجہ خواجگان پیر بیران غوث الاعظم مجدد منور ماہ اربعہ عشر
 تا رب بنی خیر البشر علیہ وعلیٰ الہ من الصلوٰات افضلھا ومن التحیات اکملھا سیدی و سندی قبلہ
 عالم محمد فضل علی قریشی ہاشمی عباسی قلبی و روحی فدائہ ابی وای فدائہ حاصل نمودہ و شرف اجازت از
 آنحضرت قرۃ عینین محبوب سبحانی یافتہ و برائے تحقیق سلسلہ شریف موجود است، پس از اس
 عاجز لاشی بردار طریقت جناب مولانا مولوی اللہ بخش صاحب عباسی سندھی علم سلوک و جذبہ و
 حالات و واردات صحیح حاصل نمودہ و تکمیل تعلیم طریقتہ عالیہ تادارہ لاتقین حاصل کردہ۔ برائے
 تعلیم اسم ذات و علم سلوک برائے طالبان مولیٰ و برائے خدمت اسلام بموجب ضرورت
اجازت مطلقہ دادہ شد۔

مزید بریں معروف است کہ اس ادارہ تبلیغ محض حبیبہ اللہ قائم کردہ شدہ است
 و امید دارم کہ اگر من نہ نام اس بماند پس برائے قیام اس ادارہ از جمیع حضرات خلفاء کرام

مولانا موصوف راز زیادہ تر لائق و صاحب نسبت و اطاعت و صاحب کمالات و برکات و انستہ قائم مقام خود کردہ می شود باید کہ ازیں صاحب حضرات خلفاء کرام و تمامی جماعت بیعت کردہ حصول فیوض و برکات طریقہ عالیہ کنند و سعی تبلیغ و اشاعت طریقہ عالیہ بوجہ اللہ فرمایند۔ اگر ایں چنین عمل پیرا شدند انشاء اللہ العزیز فیوض و برکات طریقہ عالیہ مثل ابر باران می بینند۔
جزاکم اللہ اَحْسَنَ الجزاء و ما علینا الا البلاغ۔

لاشی فقیر محمد عبدالغفار فضلی

(اجازت نامہ کی اصل کاپی حضرت قبلہ جن سائیں مدظلہ العالی کے پاس موجود ہے)

طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی اشاعت

حضرت خواجہ پیر مبارکہ رحمہ علیہ نے دین اسلام کی اشاعت کی خاطر اہل سندھ پر احسان عظیم فرما کر سندھ میں مستقل قیام فرمایا۔ لاکھوں کی تعداد میں راہ حق سے بھٹکے ہوئے افراد کی اصلاح فرمانے کے بعد عملی طور پر اپنی نوارانی جماعت کی باگ ڈور اپنے مخلص خلیفہ نائب حضرت قبلہ الحاج اللہ بخش عباسی غفاریہ المعروف حضرت سوہتا سائیں نور اللہ مرقدہ کے سپرد کی۔

حضرت پیر سوہتا سائیں قدس سرہ کے وصال مورخہ 6 ربیع الاول 1404ھ سے لیکر آپ کے عالم باعمل صاحبزادہ حضرت علامہ الحاج محمد طاہر عباسی بخش نقشبندی المعروف حضرت جن سائیں مدظلہ العالی مسلسل مثالی دینی خدمات ادا کر رہے ہیں۔ رسیوں دینی مدارس اور تبلیغی روحانی مراکز قائم کئے، لاکھوں کی تعداد میں لوگ آپ کی صحبت بابرکت سے مستفیض ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ آپ کا قیام زیادہ تر درگاہ اللہ آباد شریف (تحصیل کنڈیارو ضلع نوشہرہ فیروز، سندھ پاکستان) میں رہتا ہے۔

باب گیارہواں

کشف و کرامت کی حقیقت

خلاف عقل اور تعجب خیز ایسی باتیں اولیاء اللہ سے عمل میں آتی ہیں، جن کو کرامت کہا جاتا ہے۔ چونکہ کرامت کے اظہار ہونے میں بھی نفس کا دخل ہوتا ہے، اس لئے اکابر اولیاء اللہ جن کو رضا بالقضا کا اعلیٰ اور اتم درجہ عطا ہوتا ہے، جن کے نفوس مزکی اور قلوب معلیٰ ہوتے ہیں، ان کے نزدیک کشف یا کرامت کو بالکل معمولی تصور کیا جاتا ہے۔ ان کیلئے شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کے سوا اعلیٰ اور افضل کوئی اور کرامت نہیں۔ یہ ہی سبب ہے کہ اولیاء اللہ کے مقابلہ میں صحابہ کرام سے بہت ہی کم کرامتیں ظاہر ہوئی ہیں۔ ”الاستقامت فوق الکرامت“۔ شریعت مقدس اور طریقہ عالیہ کا اتباع کرنا اور اس پر استقامت رکھنا بڑے سے بڑی کرامت ہے۔

حضرت خواجہ پیر مختار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ ”طریقت، معرفت، حقیقت خادمانِ شریعت اند“۔ یعنی طریقت معرفت اور حقیقت یہ سب شریعت کی غلام ہیں۔ شریعت پاک ”ظہر من الشمس“، سورج سے زیادہ روشن ہے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات میں لکھا ہے۔

نہ شہم نہ شب پرستم، کہ حدیث خواب گویم نہ من غلام آفتابم، ہر چہ از آفتاب گویم

میں نہ رات ہوں اور نہ رات کا بیماری، کہ خواب کے قصے اور کہانیاں بیان کروں۔ میں سورج کا غلام ہوں، جو کچھ کہوں گا سورج کی طرف سے کہوں گا۔ یہاں رات سے مراد کشف و کرامت ہے اور سورج سے مراد شریعت پاک ہے۔ شریعت کے مقابلہ میں کشف و کرامت کی کوئی قیمت نہیں۔ کیوں کہ دین اسلام پر استقامت کے ساتھ ثابت قدم رہنا کرامت سے کئی گنا زیادہ ہے۔

لہذا ہمارے مرشدِ مرتبی (حضرت پیر مختار رحمۃ اللہ علیہ) بھی اتباعِ سنت کو بہت زیادہ ترجیح دیتے تھے۔ مردہ لوگوں کو زندہ کرنا زیادہ آسان ہے لیکن مردہ دل کو زندہ کرنا اس سے افضل اور اعلیٰ ہے۔ کیونکہ مردہ انسان اگر زندہ ہو گیا تو دوبارہ اس کو موت کا ذائقہ چکھتا

پڑے گا جو اللہ تعالیٰ کے عشق، محبت اور ذکر سے اگر ایک مرتبہ زندہ ہو گیا تو قیامت تک نہیں مرے گا۔ بچوں دل زندہ شود ہرگز نہ میرزا جو دل ایک مرتبہ زندہ ہو گیا وہ ہرگز نہیں مرے گا، ان کو نیند بھی نہیں آئے گی۔

ہمارے پیرو مرشد کی نورانی نگاہ سے لاکھوں انسانوں کے مرے ہوئے دل زندہ ہوئے اور نتیجہ میں ایسے ایسے لوگ جو پہلے بڑے چور، ڈاکو، زانی، شرابی اور بدکار تھے، وہ آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو کر برائیوں سے تائب ہو کر نیکوکار اور متقی بن گئے۔

آپ کی ظاہر ظہور کرامت یہ ہے کہ آپ کمال درجہ کے متوکل تھے۔ آپ کا کوئی بھی ذریعہ معاش نہیں تھا۔ باوجود اس کے آپ چندہ۔ سوال سے متنفر تھے۔ بلکہ ہر موقع پر یہ اعلان فرماتے تھے کہ اس فقیر کو آپ سے کوئی لالچ نہیں۔ آپ سے تاقیامت ایک پائی بھی نہیں مانگی جائے گی۔ نذر و نیاز، خیر و خیرات جو کچھ بھی آپ کرتے ہیں وہ بھی دوسروں کو دے دو۔

خلوق سے اتنی استغنائی۔ اس کے برعکس آپ کی سخاوت کا کمال یہ تھا کہ عقل حیران ہے۔ روزانہ اسی یاسو کے قریب مہمان ہوتے ہی تھے۔ از انسوائے ہر مہینہ کی گیارہ تاریخ کو ماہانہ جلسا ہوتا تھا جس میں ہزاروں کی تعداد میں جماعت کٹھنی ہوتی تھی، جس کے کھانے پینے کا انتظام آپ کی طرف سے ہوتا تھا۔

مرنے کے بعد قلبی ذکر کرنے والوں کی عجیب کیفیات:

جماعت کے کئی فقیر مرد خواہ عورتیں مرتے وقت اللہ اللہ کا ذکر کرتے ہوئے فوت ہوئے اور کئی لوگوں کے قلوب وفات کے بعد بھی ذکر قلبی کے اثر سے زندہ ہو کر ظاہر ظہور تحرک میں نظر آئے۔ یہ کرامت آپ کی جماعت میں عام طور پر نظر آتی تھی۔ حضرت صاحب کے دور کی چند مثالیں پیش کر رہا ہوں۔

فقیر شاہنواز بلوچ کھیر تھر:

ایک شخص بنام شاہنواز بلوچ کھیر تھر کا زمیندار صرف ایک بار حضرت صاحب کی خدمت اقدس میں پہنچا۔ آپ نے اس کو ذکر قلبی کی تلقین فرمائی۔ کچھ عرصے کے بعد وہ شخص وفات پا گیا۔ مرنے کے بعد اس کا قلب زندہ تھا۔ یہاں تک کہ اس کا کفن بھی چل رہا تھا۔ آس پاس کے لوگ اس کا قلب دیکھنے آئے اور حیران ہو گئے۔ اس کا چچا زاد بھائی عاشق علی

یہ کرامت دیکھ کر درگاہ شریف پر آیا اور بہت ہی اعتقاد اور محبت سے ذکر پوچھا اور بتایا کہ مرحوم شاہنواز کو جب قبر کی لحد میں اتارا تب بھی اس کا قلب زور زور سے چل رہا تھا۔ فقیر اللہ داد لاڑکانہ:

ایک اور فقیر بنام اللہ داد ساکن لاڑکانہ، ریل گاڑی میں سرمہ بیچتا تھا۔ جب وہ فوت ہو گیا تو اس کا قلب ظاہر طور ذکر قلبی کے اثر سے چل رہا تھا۔ وصیت کے مطابق اس فقیر کی جنازہ کی نماز پڑھنے کے لئے اس کو درگاہ شریف لایا گیا۔ جنازہ کے ساتھ عزیز و اقارب اور ہمسایہ بھی آئے تھے۔ ان کے ساتھ ایک مولوی صاحب بھی تھا۔ فقیر کی لاش کے ساتھ ایک ڈاکٹری اوزار (ایک تھس کوپ) بھی لائے تھے جس کے ذریعہ قلب سے اللہ اللہ کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔

فقیر پیر بخش (خانواہن) عجیب و غریب کرامت:

خانواہن شہر تعلقہ کنڈیارو کے قریب عباس کوندھر ایک گاؤں ہے۔ حضرت صاحب کی تبلیغ اور کوشش سے یہ سارا گاؤں نیکوکار ہو گیا۔ آپ نے اس گاؤں کا نام 'ثواب پور' رکھا۔ اس گاؤں میں پیر بخش (بیرل) نامی ایک فقیر فوت ہو گیا۔ اس پاس سے اس کے عزیز و اقارب منہ دیکھنے کیلئے آنے لگے۔ اس گاؤں میں پہلے شادی یا منی میں جو بھی غیر شرعی رسم و رواج تھے وہ سب حضرت صاحب کی نورانی نظر سے ختم ہو گئے۔

فقیر جب گاؤں کے قریب آئے تو اللہ اللہ کے بلند نعرے لگائے۔ یہ نعرے سن کر وہ مرا ہوا فقیر اچانک چار پائی پر اٹھ کر بیٹھ گیا اور سر اٹھا کر، اللہ اللہ کا ذکر کرتے ہوئے کہنے لگا کہ یاد رکھنا! اللہ والے کبھی بھی نہیں مرتے یہ کہہ کر اللہ اللہ کا ذکر کرتے ہوئے پھر سو گیا۔ یہ عمل اس نے تین بار دہرایا اور آخر کار اللہ اللہ کر کے ہمیشہ کیلئے خاموش ہو گیا۔ اس گاؤں میں ابھی بھی کچھ ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے یہ واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

حضرت صاحب کے مکاشفہ کا یہ کمال تھا کہ آپ کی محبت میں سامعین کے دلی امراض اور خیالات کے مطابق آپ کی تقریر ہوتی تھی۔ یہ معلوم ہوتا تھا گویا آپ ہر فرد کے ساتھ ہیں اور ان کے حالات سے بخوبی واقف ہیں۔

سبحان اللہ! اتنی کشف و کرامات کے باوجود آپ نے کبھی کوئی ایسا دعویٰ نہیں کیا اور نہ کسی کو شرمسار کیا۔ بلکہ جو زیادہ گنہگار ہوتے تھے۔ ان کو بہت پیار سے سینے سے لگا کر اللہ کی رحمت کے بارے میں بتاتے تھے۔

قبر میں بھی قلبی ذکر جاری

(قاری خان محمد صاحب پنہور رحمۃ اللہ علیہ نصیر آباد)

قاری صاحب، سال 1952 سے نصیر آباد (لاڑکانہ) میں تقریباً 50 سال تک علم تجوید و قرأت کی تدریس فرماتے رہے۔ ساتھ ساتھ ذکر قلبی اور سلوک سے بھی وابستہ رہے۔

آپ نے بیعت و خلافت، حضرات خواجہ پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت قبلہ جن سائیں مدظلہ العالی سے حاصل کی۔ سال 1991ء آخری عمر میں سخت بیمار ہو گئے تو آپ کو 'الٹھا' ہسپتال کراچی میں علاج کیلئے داخل کرایا گیا۔ آپ کے بڑے صاحبزادہ قاری حافظ عبدالرحمن صاحب (ٹنڈوالہیار) نے مجھے بتایا کہ بیماری کے دوران بھی والد صاحب پر ذکر و جذب کی کیفیت طاری تھی اور آپ نے اس حالت میں وصال فرمایا۔

وصال کے بعد بھی آپ کے قلب میں تحرک تھا اور ڈاکٹر حضرات حیران تھے۔ یہ حالت دیکھ کر ڈاکٹر 'سٹریٹیکٹ' دینے سے بھی انکار کر دیا۔ بالآخر اسی ہسپتال کا ایک بڑا سینیئر تجربہ کار سرجن آیا اور آکر ڈاکٹر صاحبان کو یقین دلایا کہ اس صاحب کا وصال ہو چکا ہے ان کو ڈاکٹر 'سٹریٹیکٹ' دیدیں۔ میری زندگی میں، چند ایسے کیس آئے ہیں۔ ان کے قلب پر کسی مرد کامل کی انگلی لگی ہے یہ ان کی نگاہ کرم کا اثر ہے۔

حافظ عبدالرحمان صاحب نے بتایا کہ غسل دیتے وقت بھی والد صاحب کے قلب میں تحرک جاری تھا۔ جب آپ کو قبر میں اتارا گیا تو اس وقت بھی میں نے دیکھا کہ پہلے سے بھی زیادہ قلبی ذکر جاری و ساری تھا۔

وصال کے بعد جنت کی خوشبو

(خلیفہ حاجی عبدالسلام صاحب چانڈیو رحمۃ اللہ علیہ کا چھو (دادو))

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت و خلافت حضرت خواجہ پیر مشاعر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت قبلہ جن سائیں مدظلہ العالی سے حاصل کی۔ آخر میں جب آپ سخت بیمار ہو گئے تو آپ کو کراچی کے 'جناح ہسپتال' میں علاج کے لئے داخل کرایا گیا۔ کچھ وقت کے بعد ڈاکٹر صاحبان نے لا علاج کر کے گاؤں واپس جانے کا مشورہ دیا۔

ان دنوں حضرت قبلہ جن سائیں مدظلہ العالی بغرض تبلیغ دین "المرکز اصلاح المسلمین" ٹول پلازہ کراچی نزد کریا گوٹھ تشریف فرما تھے۔

حاجی صاحب کے فرزند مولانا صوفی عبدالستار صاحب (جن کو حضرت قبلہ جن سائیں مدظلہ العالی سے خلافت حاصل ہے اور فارغ التحصیل عالم دین بھی ہیں) نے مجھے بتایا کہ ہم والد صاحب کو حضرت صاحب کے پاس دعا کے لئے لائے اور جب ہم اپنے گاؤں روانہ ہوئے (والد صاحب نے سفید چادر اوپر سے اوڑھی ہوئی تھی اور میں آپ کے قدموں میں مراقبہ کی صورت بنائے بیٹھا تھا تو مجھے کچھ نیند آ گئی) پولیس نے پرہائی وے پر گاڑی روک لی اور کہنے لگے یہ کیسہ خوشبو، پر فیوم تم اپنے ساتھ لئے جا رہے ہو۔ میں نے بتایا کہ خوشبو تو ہمارے پاس نہیں، البتہ میں اپنے بیمار والد صاحب کو اپنے گاؤں کا چھو (جو کہ دادو سے بھی کئی میل دور فاصلے پر واقع ہے) لے جا رہا ہوں۔

بس جیسے ہی پولیس نے چادر ہٹائی، دیکھا تو والد صاحب وصال فرما چکے تھے اور جو خوشبو اور پر فیوم پولیس کو محسوس ہو رہی تھی وہ دنیاوی خوشبو نہیں بلکہ وصال کے بعد جنت کی خوشبو تھی۔ معلوم ہوا کہ قلبی ذکر کرنے والوں پر ایسی خاص عنایتیں ہوتی رہتی ہیں۔

حلال کی برکات

حضرت پیر قریشی رحمۃ اللہ علیہ اپنی زمین پر

خود بیل چلاتے تھے، کسب حلال آپ کا پیشہ تھا۔ آپ کی زمین تمام تھوڑی اور گندم کی فصل میں پودے کھینے نہیں تھے۔ کوئی پودا کہیں تھا، کوئی پودا کہیں تھا۔ اچھی فصل نہیں تھی۔ ظاہر میں گندم کی راس مختصر تھی۔ جماعت کثیر تھی، عصر نماز کے بعد فقیروں نے گندم ڈھونا شروع کی تو سورج ڈوب گیا مگر یہ گندم کم نہ ہوئی۔ مغرب کی نماز پڑھ کر فقیروں نے دوبارہ گندم ڈھونا شروع کی تو عشاء کا وقت ہو گیا۔ مرید گندم ڈھوتے ڈھوتے تھک چکے تھے۔ ایک فقیر نے عرض کی قبلہ! دیکھئے میں گندم کا یہ ڈھیر تو تھوڑا تھا لیکن ڈھونے کے باوجود کم نہیں ہو رہا ہے۔ آپ نے فرمایا فقیرو! گندم قریشی کے ہے اور گندم ڈھونے والے اللہ کا ذکر کرنے والے فقیر ہیں، بس برکت ہی برکت ہے۔ فقیر نے عرض کی قبلہ! جو ڈھونے والی برکت ہے وہ برکت آپ کو دام میں ڈالیں، ہم اب تو تھک چکے ہیں۔

حضرت خواجہ پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ

فقیرو! حلال میں برکت ہے، حرام میں برکت نہیں۔ آپ نے کیتوں کو دیکھا ہوگا ہر ایک کیتا آٹھ دس بچے دیتی ہیں پھر بھی آپ نے کبھی کیتوں کے ریوڑ نہیں دیکھے ہونگے۔ دوسری طرف بکری ایک سے دو بچے دیتی ہے اور روزانہ ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں بکریاں ذبح ہوتی رہتی ہیں پھر بھی ہر شہر اور گاؤں میں بکریوں کے ریوڑ موجود ہیں۔ وہ کیا ہے؟ یہ حلال رزق میں برکت ہے۔

حضرت قبلہ محبوب سجن سائیں مدظلہ العالی

فرماتے ہیں کہ کپڑا کتنا ہی پلید یا غلیظ کیوں نہ ہو، پانی کے ذریعے وہ کپڑا پاک ہو سکتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ پانی پاک ہو۔ معلوم ہوتا چاہیے کہ پیشاب بھی ایک قسم کا پانی ہے۔ اگر اس پیشاب کے پانی سے کپڑا دھویا جائے تو کپڑا کسی بھی حالت میں پاک نہیں ہوگا۔ لوگ رشوت اور سود والی رقم میں سے مدرسے اور مسجدیں تعمیر کراتے ہیں اور اپنی دل میں امید رکھتے ہیں کہ ہمارا یہ نیک عمل رشوت اور سود والی رقم کا شاید ازالہ یا کفارہ ہو جائیگا۔ یہ انسان کی غلط سوچ ہے۔

ہر درد کی دوا

ہر مرض کی شفا

حضرت خواجہ پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ

فرمایا کرتے تھے۔

☆ جس کی آنکھوں میں خارش، دُندہ اور نظر کی کمزوری وغیرہ ہو تو وہ شخص ہر فرض نماز کے بعد اول آخرد و شریف کے ساتھ گیارہ مرتبہ ”یا نُوْر“ پڑھ کر اپنے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں پر دم کر کے اپنی آنکھوں پر پھیرے۔ انشاء اللہ جلدی آنکھوں کی تکلیف دور ہو جائیگی۔

بیدار کا یہ تجربہ اور مشاہدہ ہے پانچ ساتھ سال پہلے قرعہ بنظر کمزور پڑ گئی، ڈاکٹر کے صلاح مشورے سے 42.25 کا چشمہ استعمال کرتا رہا۔ اس کتاب ”گلستانِ غفاریہ“ لکھنے پر پیر مٹھا سائیں کا نسخہ یاد آیا۔ الحمد للہ! اخبار، رسالے، مقالے لکھنے اور پڑھنے کے وقت عینک کی ضرورت ہی نہیں پڑھتی ہے۔

☆ کسی کو بھی اگر دینوی مشکل درپیش آجائے تو یہ دعا ”یا رفیقُ یا شفیقُ یٰمن کل ضیق“ پڑھنے سے انشاء اللہ تھوڑے ہی دنوں میں ان کی مشکلات آسان ہو جائیں گی۔

☆ عالمِ شخص کے سامنے پہنچنے سے پہلے قرآنی پانچ حروف کھلیتصّٰی ترتیب وار پڑھ کر پہلے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے، اشد انگلی، درمیانی انگلی پھر اس کے قریب والی انگلی اور آخر میں چھوٹی انگلی پر یہ کلمات پڑھ کر دائیں مٹھی بند کر کے یا کُمبیتْ پڑھے بعد میں اسی ترتیب سے وہی قرآنی پانچ حروف خَمَعسق پہلے کی طرح بائیں ہاتھ کے انگلیوں پر پڑھے اور بائیں مٹھی بند کر کے یا کُمبیتْ پڑھے اور عالمِ شخص کے سامنے جائے اور اس کے سامنے دونوں مٹھیاں کھولے۔ انشاء اللہ تعالیٰ کیسا بھی سخت اور عالمِ شخص ہو گا موم اور مہربان ہو جائے گا۔

’بیدار‘ کی پچاس تصنیفات پر ایک نظم

(لکیر کے اوپر کتاب کا نام اور نیچے اشاعت کا سال)

☆ ’پینیر کی پیروی‘، ’کامیاب زندگی‘ ہے ÷ ’کاملوں کا کلام‘، ’رُوحانی زندگی‘ ہے۔

1999ء، 1967ء، 1990ء، 1966ء

☆ ’نامک موتی لعل‘، ’صالحوں کی صحبت‘ ہے ÷ ’داڑھی، مسواک، غمامہ، ’اتجار سنت‘ ہے۔

1998ء، 1997ء، 1996ء

☆ ’تھوڑے نہیں تھوڑے‘ مقالات طاہرہ‘ ÷ ہیں اتوال کہ موسیٰ کے ’ملفوظات طاہرہ‘۔

1999ء، 2002ء، 1996ء

☆ ’سوانح سوہتا سائیں‘، ’مختصر حیاتِ غفاریہ‘ ÷ ’دور بندوں دُسن‘، ’پوستان طاہرہ‘۔

(اول 84ء و دوم 85ء) 1974ء، 1999ء، 2004ء

☆ ’حقیقی علم‘، ’حقیقی دوست‘، ’چھوٹکارا‘ ہے ÷ ’بچھے ہوئے لعل‘، ’سوئے سخن‘،

1959ء، 1960ء، 1961ء، 1997ء، 1996ء

سوہتا سرمایہ ہے۔

☆ ’دن کا درو‘، ’یار کا غلام‘، ’قلب کا قرار‘ ہے ÷ ’مقامِ معراج‘، ’جی جیار، آنکھوں

1981ء، 1995ء، 1994ء، 1999ء

کا ٹھارہ ہے۔

☆ ’مرشد بیٹھے کی بیٹھی‘، ’مکتوبات‘ ہے ÷ ’تحفۃ الطاہرین‘، ’یہ ہی اصل بات ہے۔

1985ء، 1991ء

☆ ’سجائی جو سہ‘، ’نسا اُتھی جاگ‘ ہے ÷ ’غنیہ غفاریہ‘، ’بھار بکسے‘ بھاگ ہے۔

1981ء، 1982ء، 1988ء، 1989ء

☆ ’دنیا دم گذر‘ ہے، ’دو کھے کی دیوار‘ ہے ÷ ’راہِ نجات‘ اندر، ’میگھ ملہار‘ ہے۔

1970ء، 1993ء، 1969ء، 1971ء

☆ ’ہیڈا اچا جان‘، ’کتی شرمندگی‘ ہے ÷ ’ظلم کی زنجیر‘، ’زہر بھری زندگی‘ ہے۔

1996ء، 1995ء، 1984ء

☆ ’چودھویں صدی‘، ’عشق کی بوکھ‘، آنکھوں کا سامان ہے ÷ ’عشق حبیب‘،

1961ء، 1963ء، 1980ء

عاشقوں کیلئے 'حقیقی ایمان' ہے۔

1958ء

☆ 'رن میں رہوں'، 'جو شے قائم کا کردار' ہے، 'اندھا دل لہا اور آئینہ' خوب سنگھار ہے۔

1983ء، 1995ء، 1999ء، 1999ء

☆ 'ویدار بازی' میں 'زہر ملاؤ تک' ہے، 'ڈھولک بجے، 'دو سونہرے'، عجیب رنگ ہے۔

1984ء، 1970ء، 1984ء

☆ رسالہ 'الاصلاح' کے 'سچے ساتھی' دیکھو، بغیر نقطہ شہر 'مورود، دادو' دیکھو۔

1994ء

☆ پیر منشا، سوہنا سائیں، سجنوں کا سہارا ہے، 'جوگی جاگا بوس' طاہری فیض کا نعرہ

1965ء

ہے۔

☆ برطانیہ، امریکہ، کناڈا، فیوض و برکات ہے، کیا چین جاپان، خود متحدہ عرب

امارات ہے۔

☆ بیدار مورائی، طاہری، بخشی، غفاری ہے، 'برکات تبلیغ'، ہر جگہ جاری ہے۔

1966

☆ سچاگ ہو یا سیلائی، عمن گمن ہو یا اُپٹ مار ہے، جو مرشد کے مسلک پر ہے،

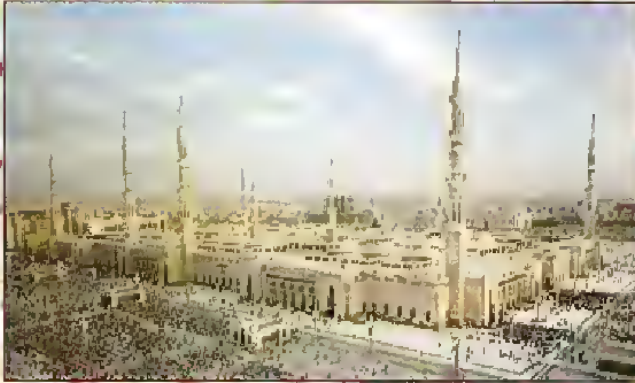
بیدار کا یار ہے۔

('سچاگ، سیلائی، عمن گمن، اُپٹ مار، یہ بیدار کے مزاحیہ تخلص ہیں)

بیدار کا خود تحریر کردہ سندھی میں نظم، ان کا اردو میں ترجمہ

ختم شدہ

مزارات حضرات پیران کبار سلسلہ عالیہ نقشبندیہ



مسجد نبوی شریف اور گنبد خضراء (مدینہ منورہ - سعودی عرب)



حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

وصال ۲۱/۲۳ جمادی الآخر (مدینہ منورہ)



حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
وصال ۱۰ رجب (مدائن - بغداد)



مزار اقدس حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمہ
وصال ۱۵ شعبان (بسطام - ایران)



مزار پرانوار: حضرت سیدنا ابوالحسن خرقانی

وصال ۱۵ رمضان المبارک (خرقان)



حضرت خواجہ شہید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ
وصال ۲۳ / ۲۹ ربیع الاول (ٹھرقند)



حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ
وصال ۳ ربیع الاول (بخارا)



حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ
وصال ۲۵ جمادی الآخر (دہلی - بھارت)



حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ
وصال ۲۸ صفر (سرہند شریف - بھارت)



حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ
وصال ۹ ربیع الاول (سرہند شریف - بھارت)



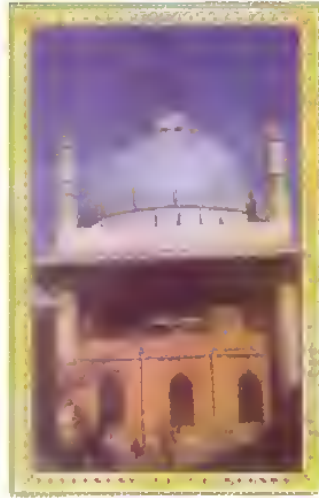
حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ
وصال ۹ جمادی الاول (سرہند شریف - بھارت)



حضرت خواجہ نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ
وصال ۱۱ ذیقعد (دہلی - بھارت)



حضرت خواجہ محمد لعل شاہ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ
وصال ۲۷ شعبان (دندہ شریف - چکوال)



خانقاہ مظہریہ

حضرت مظہر جانِ جانان رحمۃ اللہ علیہ - وصال ۱۰ محرم (دہلی - بھارت)
 حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ - وصال ۲۲ صفر (دہلی - بھارت)
 حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ - وصال ۱ شعبان (دہلی - بھارت)



وصال ۲۲ شعبان (موسیٰ زکی شریف - پنجاب)



وصال ۲۴ شعبان (موسیٰ زکی شریف - پنجاب)



وصال ۲۶ ربیع الاول (موسیٰ زکی شریف - پنجاب)



حضرت خواجہ محمد فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ وصال یکم رمضان (مسکین پور شریف - پنجاب)

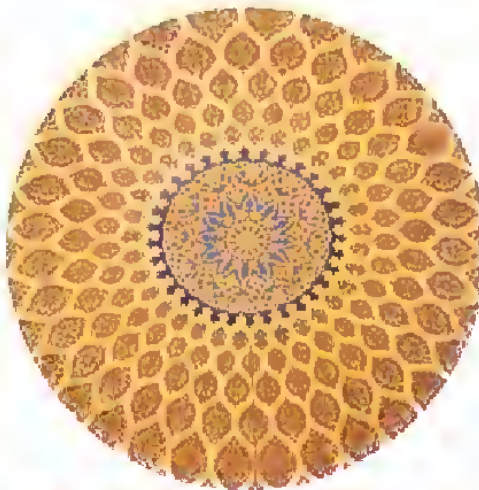


حضرت پیر مٹھا سائیں رحمۃ اللہ علیہ وصال ۸ شعبان (رحمت پور شریف - لاڑکانہ)



حضرت الحاج اللہ بخش المعروف سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ

وصال ۶ ربیع الاول (اللہ آباد شریف - کنڈیارو)



مزارات حضرات اہل بیت عظامہ

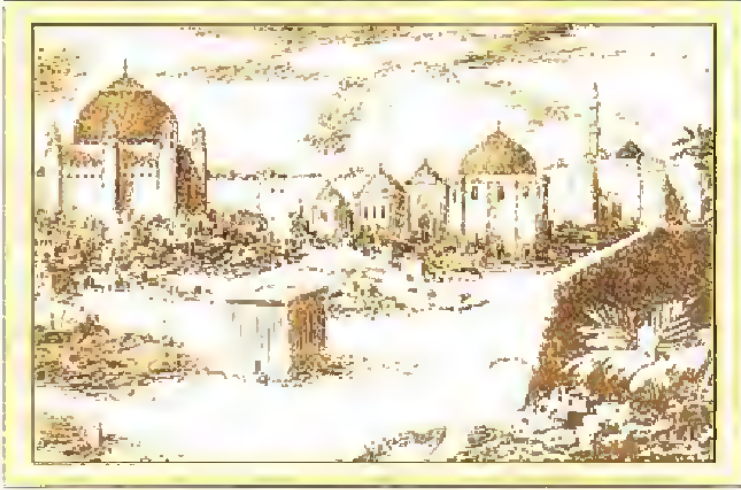


روضہ شریف حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم
نجف اشرف - بغداد شریف



حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کربلا)

جنت البقیع مدینہ منورہ (جب مقدس مقبرے موجود تھے)



حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ



حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت امام محمد تقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (کاظمین شریفین عراق)



حضرت امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ
مشہد شریف (ایران)



حضرت امام علی نقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سامره (عراق)

مزارات بزرگان دین



حضرت مخدوم پیر چنڑ رحمۃ اللہ علیہ
(خانقاہ ریاست بھالیپور)



حضرت حافظ فتح محمد صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ
(جلال پور پیر والا) (حضرت پیر مٹھاسائیں رحمۃ اللہ علیہ کے پہلے مرشد)



مزار شریف حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
بغداد شریف - عراق



مزار مبارکہ حضرت سید علی ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ الرحمہ
المعروف بہ داتا گنج بخش مع مسجد شریف، لاہور - پاکستان

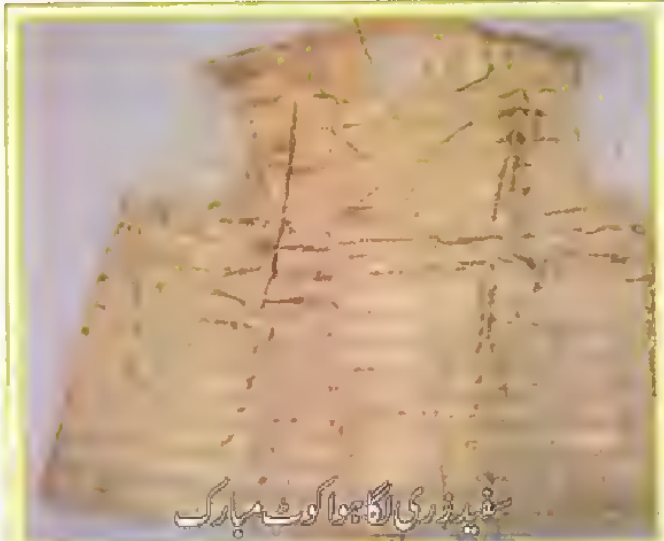


مزار پر انوار حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
بغداد شریف - عراق



روضہ مبارک خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ
اجمیر شریف - بھارت

تبرکات: حضرت خواجہ پیر مٹھا سائیں رحمۃ اللہ علیہ
 صاحبزادہ محمد دیدہ دل صاحب (نواسہ حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ)
 درگاہ غریب آباد لاڑکانہ کی کرم نوازی سے حاصل ہوئے



سفید زری لگا ہوا کوٹ مبارک



نخل چرگل کا زری والا کوٹ مبارک

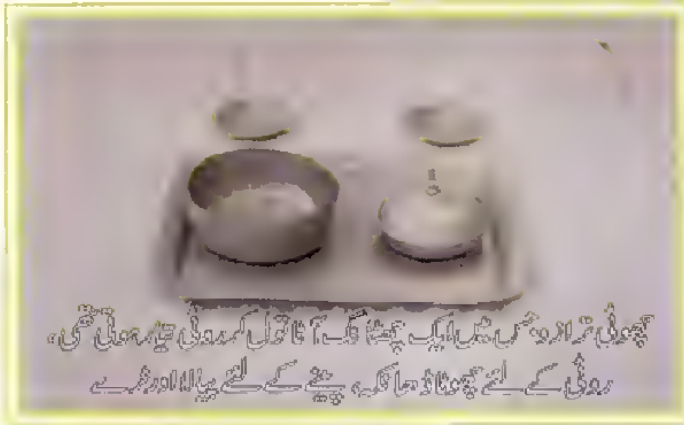


استعمال میں آنے والی چارپائی پر بچھا ہوا بستر مبارک



اجرک اور سفید باریک کُرتہ مبارک





الحق والحق
عن الشرح والشرح

۷۸۶

مکرمی و محرمی میان غلام علی سلمہ اللہ تعالیٰ

اسلام یکم - عزیزا ذکر سے باللقابل کوئی اور طریقہ نجات
سما آجبتک نظرسین لھین آیا - اور وایسن کی فلاح اور نجات
بس رسین منبرج - اور رأس الرؤس کی پیوند آسمین منبرج
۱ - ذکر کرتے کرتے دیوانہ ہو جاؤ اور ایسے عقل کی کوئی ضرورت
نہیں جو ذکر کا مانع اور یا وحشت قبضہ نہ تو چاہیے غافل کرے اور ایسے
عقل سے توبہ توبہ اور لاکھ بار توبہ - تم ذکر کی شاید بین شاد ہو جاؤ
شادی خود ہو جاو گی . لایسی توفیق عید العفار فضل

خوشحالی کا ایک بہترین تحریری خطا کس (اگست 1945ء)

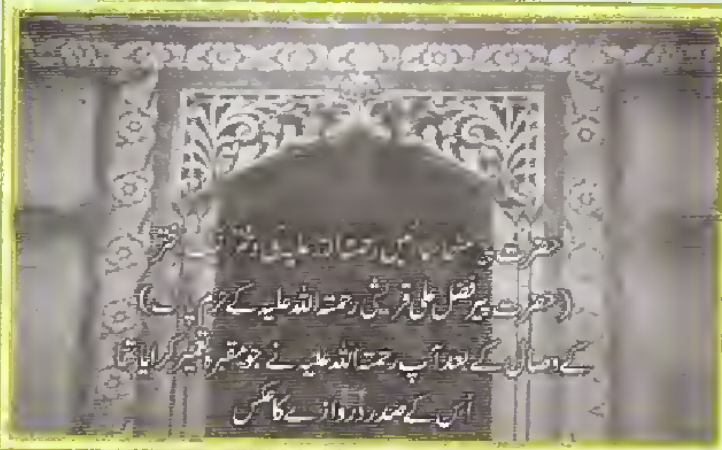


پانچ گنبد والی مسجد شریف
اور حضرت پیر مٹھاسائیں رحمۃ اللہ علیہ کا روضہ مبارک
(درگاہ رحمت پور شریف لاڑکانہ)



حضرت پیر مٹھاسائیں رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد موجودہ مسجد شریف
(درگاہ رحمت پور شریف لاڑکانہ)

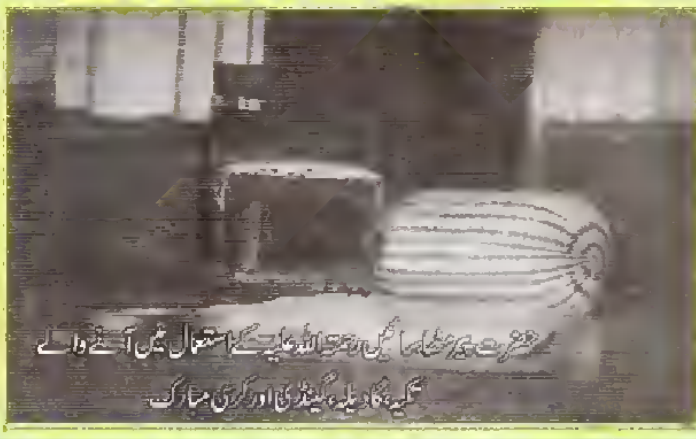
بیدار سرائی نے کیمرو کے ذریعے 1956ء میں متبرک جنگبوں کا کس کھینچا تھا



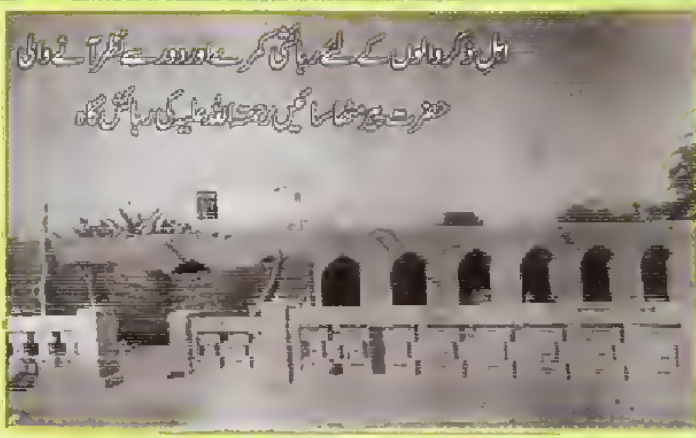
عربی مہارک کی چاروں پلوں کی اور مہارک ہونے کا دوا تہ



حضرت پیر عثمانؒ کی روح اللہ علیہ کے استعمال میں آنے والے
تکیر کا دوا تہ، گینڈی اور گری مہارک



نارنگہ دوا تہ کے لئے مہارک کی روح اللہ علیہ کے استعمال میں آنے والی
حضرت پیر عثمانؒ کی روح اللہ علیہ کی مہارک گاہ



ولی ابن ولی اور نگاہ ولی

حضرت سجن سائین مدظلہ العالی

- ولادت باسعادت : 21 مارچ 1963ء جمشپور شریف (لاڑکانہ)
- اسم گرامی : حضرت محمد طاہر (اذان اور نام انتخاب حضرت پیر مٹھا)
- پہلی ہجرت : جنوری 1965ء فقیر پور (راڈھن) عمر 2 سال
- تعلیم و تربیت : جامعہ عربیہ غفاریہ فقیر پور۔ پرائمری، فارسی، عمر 4 سال
- علم و تجوید و قرأت : سال 1970ء مدرسہ رکن الاسلام حیدر آباد
- استاد حافظ قاری محمد طفیل صاحب نقشبندی 7 ساتھی اور عمر 7 سال
- درس نظامی : جامعہ عربیہ بحشیہ طاہریہ اللہ آباد (کنڈیارو) عمر 19 سال
- علم حدیث اور اعلیٰ تعلیم : المرکز القادریہ کراچی۔ استاد شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد منتخب الحق صاحب۔ عمر 15 سال۔ فرسٹ کلاس فرسٹ پوزیشن۔ تقریباً 7 ساتھی۔
- ایم۔ ای۔ عربی : سند یونیورسٹی حیدر آباد فرسٹ کلاس فرسٹ پوزیشن۔
- دستار فضیلت : 25 مارچ 1982ء سالیانہ عرس مبارک اللہ آباد 17 ساتھی۔
- خرقہ خلافت : سال 1982ء درگاہ اللہ آباد شریف عمر 19 سال۔
- مسند نشینی : 7 ربیع الاول مطابق 13 دسمبر 1983ء عمر 20 سال
- بیرونی ممالک اور : سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، برطانیہ، آمریکا،
- طاہری فیض کی طغیانی : آفریقہ، چین، جاپان، سینیگال، آسٹریلیا، کنیڈا وغیرہ۔
- تبلیغی ذرائع : میڈیا، ویب سائٹ اور انٹرنیٹ تقریباً 45 ممالک
- خلفاء کرام : تقریباً 400 (بوستان طاہریہ)
- علماء کرام : فارغ التحصیل علماء تقریباً 350 (بوستان طاہریہ)
- حفاظ کرام : تقریباً 375 (بوستان طاہریہ)

طالب دعا بیدار موری